Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

دارالامان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء مطابق صفر ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام ۲ عہ طلباء و غرباء سے ۱ عہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبد السلام صاحب پبلشر نے شائع کیا۔

خاتمہ جلد سیزدہم تشحیذ الاذہان

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ محض اسی کی توفیق سے تشحیذ الاذہان کی **تیرھویں جلد** ختم ہوئی۔ اِس سال جو مضامین شائع ہوئے۔ وہ آپ فائل نکال کر دیکھ لیں تا آپ موازنہ کر سکیں کہ آپکے تشحیذ نے کیا کام کیا۔ نہ صرف اسلام و احمدیت کی تائید میں مضامین لکھے بلکہ اندرونی مخالفین شیعہ و اہلحدیث وغیر مبائعین کے خیالات باطلہ کی تردید بھی کی گئی۔ اور بیرونی حملہ آوروں کا دفاع بھی کیا گیا۔ پادریوں اور آریوں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا۔ اور خود اُنپر سوالات کئے۔ ان کے عقائد پر جرح کی۔ جس کا جواب ان سے نہ بن آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجموعہ دو اڑھائی روپے کے مقابل میں بہت زیادہ قیمتی ہے۔ پھر محض خدا کے فضل سے رسالہ باوجود اپنا مطبع نہ ہونے اور فنڈ میں کافی روپیہ کی عدم موجودگی کے ہمیشہ وقت پر نکلتا رہا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

اب اگلے سال کا پروگرام زیر غور ہے۔ ہم کوشش کرینگے کہ تشحیذ کا ہر نمبر پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہو لیکن محض ایڈیٹر کی مساعی کسی کام کی نہیں۔ جبتک اس کے ساتھ احباب کی علمی قدردانی نہ ہو۔ موجودہ اشاعت تشحیذ اسکے اخراجات سے دو تہائی کی نسبت بھی نہیں رکھتی۔ اگر آپ ہمارے حسابات دیکھیں تو معلوم ہو کہ ابھی تک ۳ ماہ کی لکھوائی چھپوائی کا بل بھی ادا نہیں ہوا۔ تین چار ماہ کی عملہ کی تنخواہیں قابل ادا ہیں۔ آخر ان حالات میں تشحیذ کب تک چل سکتا ہے۔ میں تو صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اسے جاری دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر **۵ جنوری** کو جو وی پی سالانہ قیمت کی وصولی کیلئے ہونگے وہ ضرور وصول کریں۔ اور نیز ایک ایک خریدار دینے کا پختہ وعدہ کریں۔ آپ سے کچھ خیرات نہیں مانگی جاتی یہ آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ نیز آپ جو کتابیں بھی سیدنا مسیح موعود یا انکے خلفاء یا دیگر بزرگان ملت و کتب انجمنیوں کی طلب کریں وہ تشحیذ کی معرفت خریدیں۔ آپکی اس معمولی توجہ سے ہمیں بھی فائدہ ہوگا۔ اور آپ کا مفت میں احسان۔ ان تینوں معروضات کی طرف توجہ نہ ہوئی تو وہ ناگوار امر پیش آئیگا جسکے ٹالنے کے لئے میں کئی مہینوں سے چلا رہا ہوں۔ آپکا نیاز مند

مینیجر تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء

ویسا ہی تم بھی صبر کرو اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کا آنا نزدیک ہے ۵ پ ۸ یعقوب کا خط

نزول مسیحؑ

من آں دم برگرفتم دل ز حافظ ٭ کہ ساقی گشت یار ناگزیرم

عرض حال } بتاریخ ۱۶- اکتوبر ۱۹۱۸ء کو میرے ایک فاضل دوست کا ایک عنایت نامہ پہنچا صاحب موصوف مسیحی ہیں - آپ تثلیثی نہیں - بلکہ یونیٹیرین ہیں - ڈبل - ایم - اے ہیں یونانی کی تحصیل علم میں ہمارے استاد ہیں یعنی میرے بزرگ بھی ہیں - اور دوست بھی - آپ اس خاکسار کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں :- " مجھے امید ہے کہ عزیز سا یعنی راقم مضمون سا محقق طبع اور ہر بات کی اصلیت تک پہنچنے والا آدمی جب مذہب تبدیل کرتا ہے - تو بھیڑ چال کو ہی نہیں دیکھتا - بلکہ راستبازی اور صداقت کو ڈھونڈھتا ہے - اس لئے کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ آں عزیز وہ دلائل تحریر کرے گا جن کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سچے مسیح ثابت ہوتے ہوں - مگر یاد رکھنا ہوگا - کہ ایسی دلائل بائبل یعنی کتاب مقدس کی رو سے ہونی ضروری ہیں - کیونکہ آپ مسیحی سے قادیانی بنے تھے - اور یہ بھی یاد رہے - کہ صرف ایک دلیل

بھی دعوے کے اثبات کے لئے کافی ہوا کرتی ہے۔ پس زیادہ نہ سہی فقط ایک ہی دلیل کافی ہے۔ مگر ایسی قاطع بحث ہو۔ کہ اس میں "چون وچرا" کی گنجائش نہ ہو۔ اور نیز خداوند کی اس کلام کی تشریح بھی کریں۔ "کیونکہ بہتیرے جھوٹے میرے نام پر آویں گے۔ جواب ضروری تحریر کریں۔ ہمارے حقوق کا خیال رکھنا۔ فقط"

میرے بزرگ دوست کو جیسا کہ وہ خود بھی شاکی ہیں معلوم ہے کہ میں نے مسیحی اصحاب سے خط وکتابت کا سلسلہ قطع کر دیا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ لوگ تکبر ونخوت کی راہ سے کلام کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ قاطع دلیل کو "دنیا کی فیلسوفی" کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں۔ مسیح خداوند کا قول ہے۔ "اپنے موتی سوروں کے آگے مت ڈالو۔ کہ وہ انھیں روندیں اور تمھیں پھاڑنے آویں۔ جس مجلس میں آدمی کے کلام کی قدر نہ ہو۔ اس میں کلام نہ کرو کیونکہ کون ہے جو مخمل یا اطلس کو بندروں کے پاؤں تلے بچھائے۔ یا بوزنہ سے ادرک کی لذت پوچھے۔ لیکن جناب بالا کی خدمت میں عریضہ تحریر کرنا بندہ اپنے لئے باعثِ فخر خیال کرتا ہے۔ مگر جناب پر روشن ہے۔ کہ میں نہ کوئی پادری ہوں نہ مولوی میری معلومات بعض عطائیانہ ہے۔ نہ میں نے کوئی پادری کی جماعت پاس کی نہ کوئی مولوی فاضل کی سند حاصل کی میں نے اپنی معلومات کو محض عطائیانہ حاصل کیا ہے۔ "اس پر بھی اگر میں فخر کروں تو بجا ہے۔"
بہر حال میں آپ کی اس شرط کو "چونکہ آپ مسیحی سے قادیانی بنے ہیں۔ اس لئے صرف آپ ہی جواب دیویں۔ کیونکہ ہر کس وناکس کے ساتھ وقت ضائع کرنے کی مجھے فرصت کم ہے۔" پورا کرتا ہوں۔ میں جناب کا مشکور ہوں۔ کہ جناب نے اپنے اخلاق بزرگانہ سے مجھے "ہر کس وناکس" کے ساتھ شمار نہیں کیا۔ گر مجھکو اپنی "ناکسی" یاد ہے۔

بئیبل کی بے اعتباری

بزرگ دوست کتاب مقدس کی رو سے آپ کیوں دلیل طلب فرماتے ہیں؟ اگرچہ میں آپ کی اس شرط کو بھی پورا کرتا ہوں) کیا کتاب مقدس کی صدہا باتوں سے آپ کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ جن کو ایک عالم نے دیکھ لیا کہ وہ صحیح نہیں نکلیں۔ چنانچہ نمونے کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ متی کی انجیل اس کے چوبیسویں باب کی تیسری آیت سے آخر تک حواریین مسیح۔ اور مسیح کی آپس میں اس مضمون پر گفتگو ہے۔ کہ "آخر کب ہوگی

آیت ۳۴ - میں مسیح کہتا ہے - " میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں - کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے اس پشت کے لوگ گذر نہ جائیں گے - اور مرقس کی انجیل ب۱۳ آ۳۰ میں بھی یوں ہی ہے - اور لوقا ب۲۱ آ۳۲ آیت میں بھی ایسا ہی ہے - پس اب ثلاثہ اناجیل کے حوالہ بالا مقامات کی رو سے صاف واضح ہے - کہ آپ نے خاص یروشلم کی خرابی کا یہ نشان فرمایا کہ دانیال کی خبر کے موافق یروشلم فوجوں سے گھیرا جائیگا - یہ دیکھ کر تم پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیو - اور انہی ایام میں اسی مصیبت کے بعد فی الفور یہ ہر دو امور بھی واقع ہو جائیں گے - اور اس پشت کے لوگ ان سب چیزوں یعنی ہیکل کی خرابی - اور میرے نزول اور قیامت کے آنے کو دیکھ لیں گے - اور جب تک یہ سب کچھ پورا نہ ہولیگا یہ پشت گذر نہ جائیگی - متی کی باب مذکور کی آیت ۲۰ میں ہیکل کی خرابی کی خبر اور آیت ۲۹ سے آخر تک نزول مسیح اور قیامت کا حال ہے - اس کو پاٹس اور استفار وغیرہ نے قبول کیا ہے - اب جناب خود خیال فرمادیں کہ ہیکل کی خرابی کے سوا باقی دو امور بالکل پورے نہیں ہوئے - وہ پشت گذر گئی نہ خداوند بادل پر آئے - نہ فرشتے ان کے ساتھ اترے - کئی صدیاں گذر گئیں - اب خداوند مسیح ناصری کا یہ فرمان " آسمان و زمین ٹل جائیں گے - پر میری باتیں نہ ٹلیں گی " کس طرح پورا ہوا - ایسی ہی آیات کی وجہ سے مسیح کے زمانہ کے لوگ یقین رکھتے تھے کہ مسیح کا نزول اور قیامت ان کے زمانہ میں ہی ہو جائیگا - اور یہ بات خطوط الرسل کے کئی مقامات سے ظاہر ہے - ان میں سے ایک لکھتا ہوں - تسلونیقیوں ۱ باب ۴ آیت ۱۵ - میں یوں لکھا ہے :- " ہم تمھیں خداوند کے حکم سے کہتے ہیں - کہ وے جو ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ اور باقی رہیں گے - ان سے جو مر گئے ہیں - آگے نہ بڑھ جاوینگے " وغیرہ پس کیا ایسی کتاب کی رو سے آپ دلائل طلب کرتے ہیں - کیا کتاب مقدس نہیں کہتی - کہ " خرگوش جگالی کرتا ہے احبار ب۱۱ آ۶ افسوس اس کتاب کو بنا ایمان سمجھنا درست نہیں - مگر خیر چونکہ ہم سچائی پر ہیں صداقت ہمارا زیور اور راستبازی ہماری سپر ہے - مخالف سے بچنا ہمارا شیوہ نہیں - اس سے گریز ہم جانتے نہیں لہذا بائبل بھی اگرچہ کسی زمانہ میں خدا کا کلام تھا - اب بھی بعض مقامات پر کلام اللہ اس سے ملتا ہے - پس میں ذیل میں آپکی شرط کو پورا کرتا ہوں - اور اس چھوٹے خط میں ایک قاطع بحث دلیل تحریر کرتا ہوں خدا آپ کو سمجھنے کی توفیق بخشے - آمین - میرے بزرگ دوست اس دلیل سے روشن دلیل آپکو کسی

نبی کی صداقت کے واسطے زنہار نہیں ملیگی۔ آپ ضروری غور کریں۔

صداقت مسیح موعود پر بائیبل کی قاطع بحث و بین دلیل دانی ایل نبی کی کتاب اس کے آٹھویں باب میں دانی ایل نبی کی ایک رویا ہے۔ آپ سارا باب غور سے مطالعہ فرماویں۔ لیکن اس آٹھویں باب کی تیرہویں آیت سے چودہ آیت کے یہ الفاظ ہیں۔

"اور میں نے ایک قدسی کو بولتے سُنا اور دوسرے قدسی نے جو اس قدسی سے کلام کرتا تھا پوچھا کہ وہ رویت دائمی قربانی کی بابت اور اس اُجاڑنے والے کی شرارت کی بابت کہ مقدس اور لشکر دونوں دبائے گئے۔ کہ پامال ہوں کب تک رہیگی۔ اس نے مجھے کہا کہ دو ہزار تین سو دن تک پھر مقدس پاک کیا جائیگا"۔ دانی ۸ ۱۳ و ۱۴

اب جناب کو معلوم ہو کہ یہود و نصاریٰ نے کئی تفسیریں اور توجیہیں ان آیات کی کی ہیں۔ مگر سب غلط ثابت ہوئی ہیں۔ وہ پہلے آپ کو سناتا ہوں۔ پھر اصل مطلب زبان پر لاتا ہوں۔

پہلی توجیہ اور اس پر تنقید جمہور مفسرین بائیبل کیا یہود و کیا نصاریٰ انٹیوکس شہنشاہ روم کو جس نے ایکسو اکسٹھ سال قبل ولادت مسیح کے یروشلم کو فتح کیا تھا۔ اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہراتے تھے اور دنوں سے بھی یہی عام دن متعارف مراد لیتے تھے۔ اور جوزیفس یہودی مورخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ مگر اس تفسیر و توجیہ میں یہ بڑا فساد اور غلطی تھی۔ کہ اس حساب سے چھ برس اور چار ماہ اور بیس دن ہوتے ہیں۔ لیکن انٹیوکس کا وہ حادثہ جس میں مقدس اور لشکر لتاڑیں رہے۔ کل ساڑھے تین برس (تین سال چھ ماہ) رہا تھا۔ دیکھو جوزیفس کی تاریخ کی کتاب ۵ باب ۹۔ اسی لئے شہرہ آفاق سرگروہ فضلائے یورپ حکیم فیلسوف سر آئزک نیوٹن صاحب نے اس تفسیر کو رد کر دیا۔ اور اس کی غلطی سمجھادی۔ لہٰذا یہ تفسیر بوجہ غلط ہونے کے مطلق قابل التفات نہیں۔

دوسری تفسیر طامس نیوٹن کی طامس نیوٹن صاحب اپنی کتاب کی جلد اول میں جس میں صاحب موصوف نے پیشگوئیاں بائیبل کی شرح لکھی ہے۔ اس پیشگوئی کی نسبت اولاً جمہور مفسرین بائیبل اور جوزیفس کے قول کو نقل کرنا

ہے۔ اور یوں کہتا ہے۔ "دو تامل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا مصداق انٹیوکس ہرگز نہیں" پھر سر آئزک نیوٹن کی طرح انکار کرتا ہے۔ اور پھر آپ اس خبر کو روم کے بادشاہوں اور پوپوں پر جماتا ہے۔ لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اس کی تفسیر پہلی تفسیر سے بھی بالکل غلط و مہمل ہے۔ کیونکہ یہ خبر کسی روم کے بادشاہ پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ کسی نے ۶ سال ۴ ماہ ۲۰ یوم مقدس اور لشکر کو لتاڑا۔ اور پوپ صاحبان پر تو بالکل چسپاں نہیں ہو سکتی۔ جن کے لئے لفظ پوپ ہی اس کی ضمانت و کفالت کو کافی ہے۔

سنل چاپنسی کی تفسیر } سنل چاپنسی صاحب اپنی پیشگوئیاں ہیں میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہ کتاب ایسی ہے۔ جس کے آخر میں صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میں نے اس شرح کے مضمون کو (روانی ۱۴۸۳ش کو) پچاسی شرحوں سے لیا ہے"۔

لکھتے ہیں:۔ "ہمیشہ سے یہ امر بڑا مشکل ہے۔ کہ اس مدت کا مبداء کس زمانہ کو ٹھہراویں۔ اور اکثر کے مختار کے موافق ان چار زمانوں میں سے جن میں چار فرمان ایران کے بادشاہوں کے جاری ہوئے۔ ایک زمانہ ہے۔ یعنی پہلا زمانہ ۵۳۶ء قبل ولادت مسیح۔ جس میں کورش کا فرمان جاری ہوا۔ دوسرا زمانہ ۵۱۸ء قبل مسیح جس میں دارا کا فرمان جاری ہوا۔ تیسرا زمانہ ۴۵۷ء قبل مسیح جس میں اردشیر کا فرمان عزرا کو ملا تھا۔ چوتھا زمانہ ۴۴۴ء قبل مسیح جو اردشیر کے جلوس کا بیسواں سال تھا اور یہاں دنوں سے مراد سال ہیں اور ان مبدؤں کے اعتبار سے اس پیشگوئی کا منتہی مفصلہ ذیل کے موافق ٹھہرتا ہے:۔

پہلے کے اعتبار سے ۱۷۶۴ء دوسرے کے اعتبار سے ۱۷۸۲ء

تیسرے کے اعتبار سے ۱۸۴۳ء چوتھے کے اعتبار سے ۱۸۵۶ء

پہلی اور دوسری مدت تو ان میں سے گذر گئی۔ پس تیسری اور چوتھی اعتبار کے قابل ہیں اور تیسری قوی ہے۔ اور میرے نزدیک یقیناً یہی ہے۔ اس میں مسیح آنا چاہئے۔ اور بعضوں نے اس کا مبداء اسکندر رومی کے خروج کو ایشیا کے ملک پر ٹھہرایا ہے۔ اور اس کے موافق اس کا منتہی ۱۹۶۶ء نکلتا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی اس پر چسپاں نہیں ہوتی" یہانتک خلاصہ کلام سنل چاپنسی صاحب کا تھا۔

اب میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۶ء میں ہوئی تھی۔ اس کے لئے ہمارے پاس عین شہادت ہے۔ آج سے کچھ دیر پہلے کے رسالہ ریویو کو ہی پڑھیں۔ جو میں ارسال کرتا ہوں۔ اس میں ایک مضمون "احمد قادیانی زمانہ کا رسول" درج ہے۔ جو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور مسیح موعود کے بڑے صاحبزادے اور جماعت کے خلیفہ بھی ہیں۔ تحریر کرتے ہیں۔ کہ آپ تقریباً ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں اسی گاؤں میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ دیکھو ریویو آف ریلیجنز قادیان جلد نمبر ۱۵ اصفحہ اور حضرت اقدس کی سوانح عمری۔

ہمارا حساب با دلیل } مگر ہم کہتے ہیں کہ مسٹر جانسی صاحب جو حضرت اقدس مرزا صاحب سے کئی سال قبل لکھ گئے۔ یہ عین بائبل کے علم محاسبہ و علم تفسیر کے مطابق لکھ گئے۔ جو بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ بائبل کی رو سے پیشگوئیوں میں دن سے مراد سال ہوا کرتا ہے۔ زبور ۹۰۔ آیت نمبر ۴۔ اور نمبر ۲ پطرس تیسرا باب آیت ۸ جس میں لکھا ہے۔ پر اے عزیزو یہ بات تم پر چھپی نہ رہے۔ کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس۔ اور ہزار برس ایک دن کی برابر ہے۔" اور کئی مقامات سے بھی ایسا واضح ہوتا ہے۔ اب بموجب دانی ایل دو ہزار تین صدون کے بعد مقدس پاک و صاف کیا جائیگا۔ دو ہزار تین صد برس کے عرصہ میں سے وہ عرصہ تفریق کرو جو قبل مسیح دانیال نبی کا زمانہ تھا۔ یعنی چار صد تریسٹھ سال قبل مسیح دانی ایل نبی ہوئے ہیں۔ اب چار صد تریسٹھ سال اگر دو ہزار تین صد سال کے مجموعہ میں سے منہا کئے جاویں تو باقی ایک ہزار آٹھ صد سینتیس رہتے ہیں۔ اور اسکو زمانہ نزول مسیح کہا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا تھا۔ جیسا مسٹر جانسی صاحب کی کتاب سے ظاہر ہے۔ مگر چونکہ لوگ عقیدۃً آسمان سے نگاہ لڑائے بیٹھے تھے۔ اس لئے سب ناامید و مایوس ہو کر رہ گئے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ واقعی ۱۸۳۶ء میں مسیح کا نزول ہو چکا ہے۔ اور وہ پیدا ہو گیا ہے۔ بھجی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل آپ چاہتے ہیں۔

اور یہ بات کہ قبل مسیح چار صد تریسٹھ سال دانی ایل نبی ہوئے۔ کیونکہ معلوم ہوا دانی تو میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ اور اگر بالفرض معلوم نہ ہو تو بیبل کے مجموعہ میں سے کتاب دانی ایل دیکھیں۔ اس کے اخیر کے باب ریفرنس میں۔ یعنی باب نمبر ۱۲ کے مقابل آپ لکھا پائیں گے۔ قبل مسیح ۵۳۴ء۔ اب دانی ایل کی عمر ۷۱ سال اس مجموعہ پانصد چونتیس میں سے تفریق کریں۔ تو باقی پورے چار صد تریسٹھ سال رہجائیں گے۔ اور یہ آپ کے مسلمات میں سے ہے۔ اسکو جمہور یہودی ؤ مسیحی مفسرین نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ اور آپ بخوبی جانتے ہیں۔ یا جان سکیں گے۔ اب آپ خیال فرمادیں۔ کہ مسیح سے چار صد تریسٹھ سال قبل دانی ایل پیدا ہوئے۔ ادھر دانی ایل ہی خبر دیتا ہے کہ دو ہزار تین صد سال کے بعد مقدس صاف کیا جائیگا۔ مقدس کب صاف ہوگا۔ یہ تو آپ بھی تعین یقین رکھتے۔ اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے آنے پر پس اس پیشگوئی کے مطابق ۱۸۳۷ء میں نزول مسیح چاہیئے۔ کیونکہ پیشگوئی صاف مسیح کے لئے ہے۔ ورنہ مہمل ہے۔ جس کے کچھ معنی و تفسیر نہیں۔ ادھر ایک امر واقعہ ہے۔ کہ ۱۸۳۷ء میں ہی وہ شخص پیدا ہوا جو مسیح موعود ہونیکا مدعی ہے۔ اور پیدا ہونا اپنا اختیار نہیں پس آپ خوب سوچیں۔ کہ کیا اس سے زیادہ روشن تر دلیل بیبل یعنی کتاب مقدس کی رو سے صداقت مرزا صاحب پر اور کیا ہو سکتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ اس رویا کی تعبیر جو اسی باب میں لکھی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔ "کہ یہ آخری زمانہ کی بابت ہے"۔

جھوٹے مسیح کون ہیں } خداوند کا یہ فرمان کہ "میرے بعد جھوٹے مسیح آئیں گے" کیا معنی رکھتا ہے"۔

بزرگ دوست کیا خوب ہوتا۔ جو آپ خود ہی جان جاتے اور آپ خوب جانتے ہیں اور اگر اب بھی آپ کو نہ معلوم ہوا ہو۔ تو مقدس مارٹن لوتھر سے پوچھ لیں۔ وہ آپ کو خوب بالتوضیح و تشریح بتادیں گے۔ کہ کون جھوٹے مسیح ہیں۔ کون ہیں جو اس کے نام پر آتے ہیں اور بدعات نکالتے ہیں۔ اور جنہوں نے اس کا دین خراب کر دیا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ پراٹسٹنٹ مذہب کے علماء و فضلاء اور سارے پیشوا یہ کہتے ہیں کہ ۳۲۵ء سے لیکر مارٹن لوتھر سے پہلے تک عیسائی مذہب بالکل ایک بت پرست مذہب تھا۔ جس کو ان لوگوں نے جو مسیح کے

جھوٹے جانشین یعنی جھوٹے مسیح تھے۔ خراب کردیا ہوا تھا۔ کیا آپ کو مقدس پطرس کے یہ الفاظ یاد نہیں۔ آپ ان کی تفسیریں پھر غور سے پڑھیں کہ " پر جھوٹے نبی بھی اس قوم (یعنی جس قوم کے مسیح خداوند تھے۔ یہودا) میں تھے۔ جس طرح کہ جھوٹے معلم تم میں بھی ہونگے" پطرس نمبر ۲ $\frac{۲}{۱}$ آخر اب دیکھئے مقدس پطرس صاف فرماتے ہیں۔ کہ " تم میں جھوٹے معلم ہونگے " ویسے ہی جس طرح پہلے جھوٹے نبی ہوا کرتے تھے۔ جن پر یرمیاہ نبی واویلا کرتے ہیں۔ اگر جھوٹے نبی آنے ہوتے تو ضرور الگ طور سے یوں لکھ دیتے کہ تم میں بھی جھوٹے نبی ہونگے۔ ہاں جھوٹے مسیح ضرور آگئے۔ جو جھوٹ موٹ اپنے آپ کو مسیح کا جانشین قرار دیتے اور دنیا بٹورتے ہیں۔ وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ کون ہیں۔ اب ان کا زور نہیں رہا[1] اب تو سچے مسیح کا زمانہ ہے۔ اب میں نے آپ کی سب باتوں کا جواب دیدیا ہے۔ رسالہ جس میں یہ جواب شائع ہوگا۔ آپ کو ارسال کردیا جائیگا۔ اس خط کے جواب میں آپ کی تمام شرائط تحریر فرمودہ حرف بحرف پوری کردیگئی ہیں۔ بمنصف مزاجوں پر ظاہر ہے۔ کہ اس سے روشن تر دلیل کسی نبی کی صداقت کے واسطے نہیں مل سکتی۔ مگر چونکہ یہ نبی ذی شان اور تمام دنیا کے پہلے انبیاء علیہم السلام کا موعود نبی تھا اس لئے خداتعالے نے اس کے واسطے بائیبل جیسی کتاب میں جو آئے دن محرف مبدل ہوتی رہتی ہے۔ ایسی روشن واضح بین دلیل محفوظ رکھی۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ (عبدالخالق)

---

[1] آپ یوحنا کے خط اول کا یہ مقام بھی بغور پڑھیں۔ تا معلوم ہو کہ جھوٹے مسیح کون ہیں اس میں لکھا ہے " اے بچو آخری زمانہ ہے۔ اور جیسا تم نے سنا ہے۔ کہ مسیح کا دشمن آتا ہے۔ سو ابھی مسیح کے بہتیرے دشمن ہوئے ہیں۔ اس سے ہم جانتے ہیں۔ کہ آخری زمانہ ہے۔ یوحنا کا خط $\frac{۲}{۱۸}$

دیکھئے صاحب وہ جھوٹے مسیح تو خود بقول یوحنا حواری بہت مدت گذرے آچکے لیکن آپ تاحال ان کا پتہ ہم سے دریافت کرتے ہیں۔ ان کا پتہ تو انجیل میں اور پھر مقدس مارٹن لوتھر کی تصنیفات میں مکمل موجود ہے۔ پر آپ دانستہ بات چھپاتے ہیں۔

مُباحثہ کپورتھلہ

جو ایک عیسائی اور احمدی کے مابین ہوُا

یہاں کپورتھلہ میں کرنل الطاف علی خان صاحب کی کوٹھی میں اسلام اور عیسائیت کی صداقت پر مناظرہ ہوُا۔ اسلام کی طرف سے شیخ عبدالخالق صاحب قادیانی اور عیسائیت کی طرف سے مسٹر عبدالحق صاحب پادری ایڈیٹر اخبار نور افشاں مناظر تھے یہ مناظرہ بصدارت لالہ دُرگاداس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۷ اگست ۱۹۱۸ء کو ساڑھے چار بجے دن کے ہوُا۔ جسمیں اہل ہنود۔ اہل اسلام عیسائی۔ آریہ۔ سکھ صاحبان کی بڑی اچھی تعداد تھی۔ عبدالحق صاحب پادری مدعی الوہیت مسیح کے تھے۔ قبل از مناظرہ شیخ عبدالخالق صاحب کی طرف سے یہ شرط پیش ہوئی۔ کہ مناظرین کو اس کا خیال رہیگا۔ کہ جو دعویٰ اور دلیل پیش ہو وہ اپنی مسلمہ الہامی کتاب سے ہونی چاہیئے۔ مگر مسٹر عبدالحق صاحب نے عام مجمع میں اس کا اعتراف کیا کہ ان کی الہامی کتاب یعنے بائبل اس سے خالی ہے یہ صرف قرآن کریم میں ہے۔ کہ وہ اپنے دعوے پر دلیل لاسکتا ہے۔ کیونکہ اس کو ابتدائے نزول میں مختلف مذاہب سے بحث کرنی پڑی ہے۔ مگر بائبل میں بجز ایمان لانے کے اسکے متعلق کوئی دلیل نہیں دیگئی۔ اسیوجہ سے مسٹر عبدالحق صاحب نے اپنی تقریر اثبات الوہیت مسیح میں دلیل تو کیا مجرد دعوے بھی اناجیل سے پیش نہیں کیا۔ شیخصاحب موصوف نے اُن کے جواب میں جس وضاحت اور زور سے الوہیت مسیح کا بطلان عہد عتیق اور عہد جدید سے ثابت کیا۔ اور صدہا حوالجات پیش کرکے اپنے مطالبات عیسائیوں پر قائم کئے۔ ہم خدا کو

حاضر و ناظر جان کر انصاف سے ظاہر کرتے ہیں کہ مسٹر عبدالحق صاحب اسکی تردید نہیں کر سکے۔ بلکہ شیخ صاحب نے دو دفعہ بڑے زور سے چیلنج دیا کہ اگر موجودہ تثلیث پادری صاحب کتب بائبل سے ثابت کر دیں۔ تو وہ اسی وقت یکصد روپیہ ان کی نذر کرینگے۔ مگر پادری صاحب کو بجز سکوت کے کچھ بن نہ پڑا۔ بعد اسکے جلسہ برخاست ہوا۔ اور دوسرے دن ۲۸۔ اگست کو اہل اسلام کی طرف سے تقریر کتب بائبل کے مبدل اور محرف ہونے پر تھی۔ اور یہ تقریر ۲۹ر اگست کو مفصل اور مشرح طور پر شیخ صاحب بموجودگی مسٹر ہوز کر چکے تھے۔ اس لئے پادری صاحبان سے کوئی بھی باوجود طلبی کے میدان مناظرہ میں نہ آیا اور راہ فرار اختیار کی۔ اور شیخ صاحب نے پھر مفصل طور پر تحریف اناجیل پر تقریر کی۔ اور مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری نے قرآن کریم سے مدلل طور پر معقولی رنگ میں الوہیت مسیح کی تردید کی۔ اور پھر دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ ہم سب حلف سے ایماناً ظاہر کرتے ہیں کہ اس مناظرہ میں عیسائی صاحبان کو سخت ذک اٹھانی پڑی۔ اور ان کو .. .. شکست ہوئی (الحکم [illegible]

شرائط مناظرہ

کپورتھلہ کے مسیحی صاحبان کے سکرٹری مسٹر ایم این ہوز وکیل نے جماعت احمدیہ کپورتھلہ کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا تھا جس پر بحکم حضرت اقدس میں ہمراہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کپورتھلہ مناظرہ کے لئے آیا۔ آنے پر معلوم ہوا کہ مسیحی صاحبان کا کوئی مناظر یہاں موجود نہیں۔ مسٹر ایم این ہوز نے مطلع ہونے پر منشی عبدالحق ایڈیٹر نور افشاں لودھیانہ کو تار دیا۔ اور پھر ایک آدمی بھیجا۔ مگر وہ نہ آئے۔ چونکہ ہم لوگ صرف مناظرہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اسلئے میں نے تحریک کی کہ کوئی ہم میں سے جا کر منشی صاحب موصوف کو لے آوے اسپر ایک آدمی ہم نے اپنا بھیج کر منشی صاحب کو بلایا۔

شرائط کا تصفیہ

ہماری طرف سے صرف ایک شرط ہی پیش کی گئی کہ "ہر مدعی پر فرض ہو گا کہ دعوے اور دلیل اپنی الہامی کتاب سے پیش

کرے۔ اس شرط کو مسیحی صاحبان کے مناظر منشی عبدالحق صاحب نے تا دم آخر تسلیم نہ کیا۔ اگرچہ ہماری یہ شرط نہایت معقول ۔۔ ۔۔ تھی۔ لیکن اس شرط کے نہ تسلیم کرنے پر بھی ہم مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لہذا ۲۷۔ اگست ۱۹۱۸ء کو شام کے ۴ ½ بجے مناظرہ شروع ہوا۔ انتظام قائم رکھنے کے لئے جناب لالہ درگا داس صاحب بی۔ اے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کپورتھلہ پریزیڈنٹ قرار پائے۔ حسب شرائط قرار دادہ مسیحی صاحبان الوہیت مسیح کے مدعی تھے۔ اور احمدی صاحبان مدعا علیہ۔

مسیحی مناظر کی تقریر

منشی عبدالحق صاحب مسیحی مناظر نے پورے ساڑھے چار بجے اپنی تقریر شروع کی۔

آپ نے بیان کیا کہ ”یہودیوں نے مسیح خداوند پر اعتراض کیا تھا کہ یہ انسان ہو کے اپنے تئیں خدا کہتا ہے۔ اس کا جواب جو مسیح خداوند نے فرمایا تھا وہ یہ ہے۔ اس پر آپ نے یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کی اکیسویں آیت سے لے کر بتیسویں آیت تک پڑھ کر سنایا۔ اور بتلایا۔ کہ کس طرح مسیح کو خدا ہونے کا دعوےٰ تھا۔ اور دلیل میں اس نے اپنے اچھے کام یعنے اعجازی قوت کو پیش کیا ہے۔ (۲) اسکے بعد آپ نے متی ۱۱/۲۷ پڑھ کر سنایا۔ جہاں لکھا ہے کہ میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا۔ اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا۔ مگر باپ اور کوئی باپ کو نہیں جانتا۔ مگر بیٹا یا جس پر بیٹا ظاہر کرنا چاہے۔ اور استدلال کیا کہ خدا کو بھی ظاہر کرنے کا کام مسیح کے سپرد کیا گیا ہے۔ پھر کیا وہ خدا نہیں تو اور کیا ہے۔ (۳) پھر اس کے بعد یوحنا ۱/۱۸ پڑھ کر سنایا۔ جہاں لکھا ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اسی لئے ظاہر کیا۔ (۴) پھر آپ نے بیان کیا کہ خدا کی ذات جو نادیدنی ہے۔ بے حد ہے۔ اس پر بے دیکھے ایمان لانا بالکل مشکل ہے۔ جس طرح پہلے زمانوں میں خدا موسیٰ پر جھاڑی میں یا بجلی میں ہو کر ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح خدا نے تجسم اختیار کر کے اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کیا تا باعث ازدیاد ایمان ہو۔ عینی مشاہدہ تسلیم کے لئے عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ اور اس کو یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ جس طرح خدا کی آواز

لامحدود ہے۔ لیکن تو بھی خدا مختلف زمانوں مختلف اشخاص کے ساتھ ہمکلام ہوا۔ تو بھی نہ وہ اور نہ اس کی ذات محدود کہی جا سکتی ہے۔ اس طرح تجسم اختیار کر کے جو اس نے ظہور فرمایا۔ وہ محدود نہیں کہا جا سکتا ٭

(۵) پھر علاوہ ازیں مسیح جو کلمۃ اللہ ہے یعنی کلام ہے وہ خدا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ کلام قدیم ہے۔ اور کلام صفت ہے۔ پھر جس صورت میں موصوف ازلی ہے تو کلام جو صفت ہے ضروری ازلی و ابدی ہے۔ پس جس طرح خدا جھاڑی میں ظاہر ہوا یا تجلی میں اس کا ظہور ہوا اسی طرح مسیح میں خدا کا ظہور ہوا۔ اور اسی کلمۃ اللہ سے ساری دنیا اور جو کچھ ہے پیدا ہوا۔ مسیح کے تجسم سے پہلے بھی خدا فرشتوں کی شکل میں اُترا۔ اور اپنے آپ کو انبیاء پر ظاہر کیا۔ یہ ایک مسیح کے تجسم کے واسطے اشارہ تھا۔ لہٰذا ایک انسان میں کلمۃ اللہ ظاہر ہوا

(۶) اور اس پر بائبل کی سند موجود ہے۔ مسیح کو خدائی نام اور صفات بائبل میں منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ یشعیاہ ۹/۶ میں خدائے قادر ابدیت کا باپ" رومیوں کے خط میں خدائے محمود مسیح کو کہا گیا ہے۔ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے کہ "پیشتر اسکے کہ ابراہیم ہوا میں ہوں" پھر مسیح کہتا ہے کہ اے باپ مجھ اس جلال سے حصہ بخش۔ جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ تھوما حواری نے مسیح کو کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خداوند۔ مسیح نے اس لقب کو قبول کیا۔ پھر مسیح نے کہا کہ میں دنیا کے آخر ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر اسکی پیدائش بے نظیر ہے۔ اور میں اس کا ضرور ذکر کروں گا۔ کہ کیوں مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیوں کوئی دوسرا انسان اس طرح پر پیدا نہیں ہوا۔ یہ اس کی الوہیت کی بین دلیل ہے۔ کیوں انسانی نطفہ سے پیدا نہ ہوا۔ انسانی تاریخ میں کیوں بغیر باپ کے پیدا ہونے کے واقعہ کو کسی دوسرے کی جانب منسوب نہیں کیا گیا۔ پھر بائبل میں اس کو عمانوئیل کا لقب دیا گیا ہے۔ پھر سب سے بڑا معجزہ اس کا مُردوں میں سے زندہ ہونا ہے۔ پولوس رسول کہتا ہے کہ یہ مُردوں کی قیامت کی ایک دلیل ہے ٭

(۷) پھر علاوہ ازیں قرآن شریف میں اسکی معجزانہ پیدائش کا مفصل ذکر ہے۔ اس کو

آدم اوّل سے تشبیہ دے کر گویا آدم ثانی کہا گیا۔ ذکیاؔ کے لفظ سے الوہیت ثابت ہے خدا خلق کر سکتا ہے۔ اس کو خلق کہنے کا اختیار ہے۔ یہی لفظ اسکے لئے استعمال ہوا۔ لہذا وہ خالق و مالک ہے ✥

احمدی مناظر کی تقریر

پادری صاحب نے یہ تقریر نصف گھنٹہ میں کی۔ اسکے بعد مجھے نصف گھنٹہ وقت دیا گیا اور میں نے اسطرح پر جواب سنانا شروع کیا۔

معزز حاضرین! جو کچھ پادری صاحب نے کہا وہ آپ نے سُنا۔ اور پادری صاحب نے خوب کیا کہ چند بائبل کی آیات بھی پیش کیں یہی میں چاہتا تھا۔ اب میں جواب سناتا ہوں۔

مسیح نے کن معنوں میں اپنے آپکو خدا کہا

اوّل مسیح نے یوحنا ۱۰/۳۱ تا ۳۲ میں کیا کہا۔ اور اپنے آپ کو کن معنوں میں خدا کہا۔ سو واضح ہو۔ کہ مسیح نے جب اپنے آپ کو خدا کہا اور یہودیوں نے کفر کا الزام لگایا تو مسیح نے ان کو جواب دیا کہ تمہاری کتابوں میں ان کو خدا کہا گیا ہے۔ جن پر کلام الٰہی اُترا۔ یعنے انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب مقدس باطل ہو۔ پھر اگر میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہدیا۔ تو کیا کفر کیا ہے؟" اب ظاہر ہے کہ زبور ۸۲/۶ میں انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ لہذا انہیں معنوں میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا کہا۔ بلکہ خدا کا بیٹا۔ آیت ۳۱۔ پس اگر زبور ۸۲/۶ میں انبیاء کو حقیقی معنوں میں خدا کہا گیا ہے تو یوحنا ۱۰ باب میں بھی مسیح نے اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں خدا یا خدا کا بیٹا کہا ہوگا لیکن اب یہ امر ظاہر ہے کہ زبور ۸۲/۶ میں سابقہ نبیوں کو حقیقی معنوں میں خدا نہیں کہا گیا ہے۔ خود مسیحی تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اگلی آیت یعنی زبور ۸۲/۷ میں صاف لکھا ہے کہ "تم بشر کی مانند مروگے" لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح مجازی رنگ میں زبور ۸۲/۶ میں انبیاؔ کو خدا کہا گیا ہے۔ اسی طرح یوحنا ۱۰/۳۶ میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا مجازی رنگ میں کہا ہے نہ نبی حقیقی خدا تھے۔ نہ مسیح حقیقی خدا ہے ✥

لفظ الوہیم کے بائبل میں مختلف معنے۔

اور اب یہ امر یاد رہے کہ مجازی رنگ میں بائبل عبرانی میں لفظ خدا (الوہیم) ۲۵۵۵ دفعہ آیا ہے۔ جسمیں سے ۲۴۵ آیات میں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لئے مجازاً استعمال ہوا۔ چنانچہ موسیٰ (۷/۱ و ۴/۱۶ خروج) سموئیل کی رُوح (۱ سموئیل ۲۸/۱۳ و ۱۴) قاضی لوگ (خروج ۲۱/۶ و ۲۲/۸ و ۹ و ۲۸) دوسرے بادشاہ وحاکم (زبور ۸۲/۱ و ۶) مجازاً الوہیم کہے گئے۔ اور لفظ ایل مفرد حالت میں منجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی معنوں میں عبرانی بائبل میں مستعمل ہوا۔ نمونہ کے طور پر یشعیاہ ۹/۶۔ حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ بنوخد نصر بادشاہ کے واسطے وغیرہ لہذا چونکہ انہیں معنوں میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا بلکہ خدا کا بیٹا کہا ہے۔ یعنی مجازاً ثابت ہوا کہ وہ خدا نہ تھے ؎

سب کچھ سونپنے سے کیا مُراد ہے۔

دوم متی ۱۱/۲۷ باپ کی جانب سے مسیح کو سب کچھ سونپا گیا۔ خوب۔ اس سے مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ سونپی ہوئی چیز اس کی ذاتی ملکیت نہیں۔ یہ کمال حاصل کردہ ہے حاصل کردہ کمال ذاتی نہیں ہوا کرتا۔ بھلا آپ بتلائیں تو کہ مسیح کو تو خدا باپ نے سب کچھ سونپ دیا تھا۔ کیا خدا کو بھی کسی نے سونپا تھا یا اس کا ذاتی و اصلی تھا۔ پس اس سے بھی مسیح خدا ثابت نہ ہوا ؎

یوحنا ۱/۱۸ کی تفسیر

سوم۔ یوحنا ۱/۱۸ دیکھو یوحنا کہتا ہے کہ خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لیکن اگر مسیح خدا تھا۔ تو مسیح کو دیکھنے والوں نے بوجہ احسن خدا کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن چونکہ مسیح خدا نہیں۔ اس لئے یوحنا انجیل نویس کا یہ کہنا کہ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ درست اور صحیح ہو سکتا ہے ورنہ کلام مہمل ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا کہ خدا کی ذات نادیدنی ہے یہ صحیح ہے۔ اسلئے خدا نے تجسم اختیار کر کے اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ درست نہیں۔ خدا کا اپنے آپ کو دکھانا کیوں ضرور تھا۔ تسلیم کرنے کے لئے عینی مشاہدہ لابدی نہیں۔ آپ نے لنڈن نہیں دیکھا

تسلیم کرتے ہو۔ چند آدمیوں کے کہنے سے لکھوکہا انبیاء شہادت دیتے ہیں۔ خدا موجود ہے۔ آپ یقین نہیں کرتے عینی مشاہدہ طلب کرتے ہو پھر تجسیم اختیار کر کے اس ضرورت کو ہمیشہ کے لیئے رفع نہیں کیا۔ اور یہی بتلاؤ مسیح سے پہلے لوگ خدا پر کس طرح یقین کرتے تھے پھر اب جبکہ وہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور آپ خود بھی اس کو نہیں دیکھتے کس طرح یقین کر رہے ہو۔ پھر لوگوں نے جس چیز کو مسیح کے وقت دیکھا تھا۔ وہ تو مسیح کا جسم تھا اور اب تم خود مسیح کے جسم کو خدا نہیں کہتے۔ تو خدا تو پھر نادیدنی ہی رہا پھر جناب پر روشن ہو۔ مجسم چیز محدود اور حادث ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا آپ کا خدا محدود اور حادث ٭

خدا کی آواز اسی طرح سمجھ لو۔ جس طرح اس کے خلق کرنے کے اوزار۔ اپنی طرح کی آواز خدا کی آواز نہ سمجھو۔ اور کلام محدود نہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ قرآن شریف خدا کے کل کلمات کا مجموعہ ہے۔ مگر ہم صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا کے کلمات کا کچھ حصہ ہے۔ محدود تب ہو۔ جب ہم کہدیں کہ ½ مل گیا ہے۔ اور ½ باقی ہے۔ جب ہم تقسیم کلمات الٰہیہ نہیں کرتے۔ پھر محدود کیوں کر ہوا۔ ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ ضروریات ہر زمانہ کے مطابق کامل و اکمل ہے۔ کہو کس طرح ہم کلام الٰہی کو محدود کہتے ہیں۔ "ہاں مسیح مجسم سارا خدا تھا۔ کلام قدیم ہے۔ اس لئے خدا ہے" غلط کہا۔ کلام صفت ہے۔ خدا متکلم موصوف ہے۔ صفت موصوف کے تابع ہوا کرتی ہے۔ جو تابع ہے متبوع کے مساوی نہیں ہوسکتا ٭

"مسیح میں خدا ظاہر ہوا۔ جس طرح جھاڑی[۱] میں خدا ظاہر ہوا" بالکل درست ہے۔ پس

---

[۱] حاشیہ۔ منشی عبدالحق صاحب مسیحی نے کوئی حوالہ نہ بتلایا۔ بلکہ کہدیا کہ حوالجات پھر لکھوادوں گا۔ مگر میں نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں آپ عبارت پڑھتے جاویں۔ حوالجات میں زبانی بتلاتا جاؤنگا۔ اسیر میں حوالجات بتلاتا گیا۔ اور انہوں نے کوئی حوالہ نہ بتلایا۔ یہ جھاڑی والا حوالہ بھی اور پچھلی والا حوالہ میں ان کو بتلاتا ہوں۔ پچھلی والا حوالہ خروج ۱۹: ۸: ۲۱: ۱۹۔ وغیرہ ٭

جس طرح جھاڑی یا بجلی میں خدا ظاہر ہُوا تھا اور وہ خدا نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح مسیح میں خدا ظاہر ہوا۔ اور مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مظہر الٰہی اور اس طرح توحید الٰہی میں کسر نہیں آتی۔ کیونکہ لکھا ہے " ساری زمین خداوند کے جلال سے معمور ہے۔ یسعیاہ ۳/۶ جس میں خدا ظاہر ہو۔ آگ میں پانی میں پہاڑ میں۔ بیابان میں چاند میں۔ سورج میں ستاروں میں۔ انسان میں۔ ایماندار میں۔ مسیح میں۔ کسی کو خدا مت کہو یہی کہو کہ فلاں شخص میں فلاں شے میں خدا ہے نہ کہ فلاں شے یا فلاں شخص خدا ہے۔ پس جھاڑی یا بجلی والی مثال کو خدا کے **اوتار** لینے سے کیا سروکار۔

کلمۃ اللہ سے دُنیا کی پیدایش۔

"کلمۃ اللہ سے ساری دنیا پیدا ہوئی" مسیح سے کئی ہزار سال پہلے بھی دنیا موجود تھی۔ بعد میں موجود۔ جب وہ صلیب پر مر گیا تمہارا اس وقت بھی قائم رہی تھی۔ پھر وہ قیوم کیسے اسکے بغیر بھی دنیا قائم تھی۔ اور موجود ہے۔ اس سے کس طرح پر پیدا ہوئی۔ ثبوت پیش کرو۔

کلمۃ اللہ مجسم ہونا صحیح نہیں۔

"خدا نے فرشتوں کی شکل اختیار کی" مگر آپ نے حوالہ نہیں دیا۔ غالباً پیدایش $\frac{۱۸}{۱ تا آخر}$ کی نسبت اشارہ ہے۔ تو فرمایئے کہ اگر وہ تین مرد خدا تھے۔ تو پھر انہوں نے ابراہام کی ضیافت کیسے قبول کی۔ بچھڑا گھی میں بھُونا ہوا کھایا۔ پاخانہ کی حاجت نہ ہوئی؟ کھانے پینے والا خدا صرف عیسائیوں کا خدا ہے۔

"انسان میں کلمۃ اللہ ظاہر ہوا" فرمایئے۔ خدا پیٹ میں کیسے رہ سکتا ہے۔ دو روحیں ایک جسم میں کس طرح حلول کرتی ہیں۔ ذرا فلسفہ سے ثابت کرو۔ درآنحالیکہ ایک رُوح محدود اور دوسری لامحدود ہو۔ جواب دیویں۔

مسیح کا کوئی معجزہ بے نظیر نہیں

اور یہ جو کہا۔ کہ اعجازی قوت مسیح نے دلیل میں پیش کی تھی۔ کہ وہ الٰہی ذات سے تھا۔ میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ آپ کوئی معجزہ مسیح کا پیش کریں۔ میں وہی معجزہ سابقہ انبیاء کا

کا دکھلاتا ہوں تو کیا وہ بھی خدا تھے۔ اس پر میں ذیل کا نقشہ جو معجزات مسیح کے مقابلہ میں فروری ۱۵ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں بعنوان الوہیت مسیح ... ... راقم مضمون ہذا نے دیا تھا۔ پیش کرتا ہوں۔

نمبر اعجاز	نام انبیاء	کتاب جس میں معجزہ کا ذکر ہے	قسم معجزہ	کیفیت
۱	یسوع مسیح	اناجیل	یسوع نے کوڑھے اچھے کئے	
	الیشع نبی	سلاطین ۲ ۵/۸ تا ۱۴	الیشع نبی نے " " "	
۲	یسوع مسیح	اناجیل	یسوع نے اندھوں کو بینائی بخشی	
	الیشع نبی	سلاطین ۲ ۶/۱۷	الیشع نے " " "	
۳	یسوع مسیح	اناجیل	ایک خشک ہاتھ والے کا ہاتھ درست کیا	
	ایک مرد خدا	سلاطین ۱ ۱۳/۴ تا ۱۰	" " "	
۴	یسوع	اناجیل	پانچ روٹیوں سے کئی آدمی سیر کئے	
		سلاطین ۲ ۴/۴۴	بیس روٹیوں سے سینکڑوں آدمی سیر کئے	
۵	الیشع	اناجیل	پانی سے مے بنانا	

خدائے قادر۔ ابدیت کا باپ غلط ترجمہ ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ مسیح کو یسعیاہ ۹/۶ میں خدائے قادر ابدیت کا باپ کہا ہے" غلط ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ 'خدائے قادر' کیا ہے۔ وہ اصل زبان عبرانی میں ایل ہے۔ الوہیم اس کی جمع۔ بابل کے مندروں میں الوہ کرکے لکھا جاتا تھا۔ اس لفظ کے معنے ہیں حاکم۔ زور آور۔ زبردست۔ یہی لفظ حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ میں بنو خد نضر بادشاہ کے واسطے آیا ہے۔ وہاں تحریف سے اس کا ترجمہ زور آور اور زبردست حاکم لکھ دیا لیکن لفظ وہی ایل ہے۔ جو مسیح کے حق میں یسعیاہ ۹/۶ میں ہے۔ تو اب بنو خد نضر کو بھی خدا تسلیم کرلو۔ دوسرا لفظ ابدیت کا باپ عبرانی میں ہے۔ ابی عد۔ معنے اس کے عہد کا باپ ابی بمعنی باپ اور عد بمعنی عہد۔ جس طرح ابن الزمان زمانے کا بیٹا ابن السبیل

راستی کا بیٹا عربی کا محاورہ ہے۔ اور ابی عد سے مطلب یہ کہ ممتاز آدمی نہ کہ ابدیت کا باپ یہ دوسری تحریف معنوی ہے۔ جو یسعیاہ کی ایک آیت میں کی ہے ٭

خدائے محمود یسوع کو نہیں کہا۔ بلکہ خدا کو

اور یہ جو کہا کہ مسیح کو رومیوں میں خدائے محمود کہا ہے غلط ہے۔ یہ ایک تحریف معنوی ہے۔ اصل میں ترجمہ ہے۔ خدائے مبارک اور حوالہ جو آپنے نہیں بتایا وہ رومیوں ۹/۵ ہے۔ اور یہ آیت خدا کے حق میں ہے۔ یونانی زبان میں لفظ مبارک کے واسطے دو لفظ εὐλογημένος (یولوگے میناس) εὐλογητός (لولوگے تاس) ہیں۔ موخر الذکر یعنے لفظ لولوگے تاس بمعنی مبارک صرف خدا کے واسطے انجیل میں آیا ہے۔ مسیح کے حق میں یہ لفظ اناجیل میں ایک بار بھی نہیں آیا۔ پولوس رسول اپنے خط بنام اہل کرنتھس ۲ ۱۱/۳۱ میں بھی لفظ خدا کے لئے استعمال کرتا ہے پھر روم ۱/۲۵ میں بھی یہ لفظ خدا کے لئے استعمال کیا گیا۔ یہاں بھی وہی لفظ ہے جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ آیت خدا کے حق میں ہے نہ کہ مسیح کے حق میں۔ پھر علاوہ اسکے کئی تراجم مستند ہیں۔ مگر قلت وقت کے لحاظ سے وہ میں پیش نہیں کرسکتا۔ پھر یہ جو کہا ہے۔ کہ تھوما کا اقرار اس نے مسیح کو خدا کہا۔ غلط ہے۔ حوالہ اس کا یوحنا ۲۰/۲۸ ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ تھوما کس بات کا منکر تھا۔ کیا الوہیت مسیح کا؟ نہیں۔ بلکہ قیامت مسیح کا منکر تھا۔ پھر اس اقرار کو الوہیت مسیح سے کیا علاقہ۔ اور اگر اب بھی تسلی نہیں ہوئی تو معلوم ہو کہ یہ ایک یہودی محاورہ تہا۔ جب خدا کو شاہد کرنا مقصود ہوتا۔ یہودی مخاطب کو خطاب کرتے ہوئے آسمان کی طرف منہ کرتے اور کہتے کہ "اے میرے خدا (گواہ رہیو) اے میرے خداوند" مخاطب کو کہتے۔ کئی جگہ یہ محاورہ استعمال ہوا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر ۱ سموئیل ۲۰/۱۲ میں استعمال ہوا ہے۔ یونتن نے داود سے کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خداوند۔ تو اب آپ فرمایئے۔ کیا داوُد خدا تھا۔ یونتن نے داوُد کو خدا کہدیا۔ افسوس آپ بائبل بالکل نہیں سمجھتے ٭

ابراہیم سے پیشتر ہونے کے کیا معنے

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ مسیح نے کہا ہے پیشتر اس کے کہ ابراہیم ہوا۔ میں ہوں۔ یوحنا ۸/۵۸ اس کو آپ سمجھتے نہیں۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں وہ ἐγὼ εἰμί ہے یہ لفظ اور مقامات میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا اے فیلبوس۔ میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں (εἰμί) اور تو نے مجھے نہ جانا۔ (یوحنا ۱۴/۹) یہاں پر ہوں رہتا آیا ہوں کے معنے ادا کرتا ہے جس میں ہستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے۔ اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے اسی طرح ہم آیت متنازعہ کے معنی بھی کرتے ہیں۔ ابراہام کے پیدا ہونے کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہستی مفہوم ہے۔ پس صیغہ حال میں ہوں پر زور دینے سے کچھ الوہیت کو سہارا نہیں مل سکتا۔ یونانی زبان میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ انجیل یوحنا میں اسکی بہت سی مثالیں ہیں۔ دیکھو یونانی یوحنا ۵/۱۴ و ۱۵ و ۶/۲۴ و ۲۷ و ۱۴/۹ و ۱۵/۲۷ و آیت ۱۵/۲۷ وغیرہ۔ پس اس محاورہ کے مطابق اس آیت کا ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابراہام ہوا "میں تھا" بہت درست اور صحیح ہے۔ دیکھو ونیر صاحب یونانی گرامر اس آیت کی نسبت +

پس "میں ہوں" غلط ہوا۔ بلکہ "میں تھا" درست ترجمہ سے الوہیت کا وہم باطل کر دیا۔ اور درست ترجمہ صحیح ہونے پر ایک دوسری دلیل ہے۔ وہ یہ کہ طالمود والی روایت کا جواب البنزر سے مروی ہے۔ مسیح اعادہ کرتا اور اپنے اوپر چسپاں کرتا ہے۔ اور اگر اب بھی میں ہوں پر زور دو۔ تو یاد رہے کہ "یہ میں ہوں" ہو رہب والا نہیں "میں ہوں" اسکے کہنے سے لوگ اگر خدا بن جایا کرتے ہیں۔ تو یاد رہے۔ اسی باب کی آیت ۲۴ میں مسیح فرماتے ہیں "اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں۔ تو تم اپنے گناہوں میں مرو گے" اسی طرح آیت ۲۸ میں عبودیت کا اقرار پھر میں یوحنا ۱۳/۱۹ اور ۱۸/۵ و ۶ و ۸ ان سب مقامات میں اگر میں ہوں سے مراد یہوواہ ہے تو پطرس جنمی انڈے نے جسے مسیح نے چنگا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ اپنی زبان سے

سے نکالا۔ اور جب اُس نے ان لوگوں کے جواب میں جو اس کی صحت تشخص پر شک کرتے تھے۔ کہا۔ میں ہوں۔ یوحنا ۹/۹ اور پھر جھوٹے مسیح بھی یہی کہینگے کہ "میں ہوں" مرقس ۱۳/۶ ولوقا ۲۱/۸۔ بہرحال ثابت ہوا کہ اس آیت کے لفظ میں ہوں سے مسیح خدا نہیں ہو سکتا ؛

Digitized by Khilafat Library

دُنیا کے آخر تک ساتھ ہونے کا مطلب۔

اور یہ جو کہا کہ مسیح نے کہا۔ میں دُنیا کے آخر ہونے تک تمہارے ساتھ ہوں۔ متی ۲۸/۲۰ یا "جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہونگے۔ وہاں میں آپ ان کے درمیان ہوں گا۔ متی ۱۸/۲۰۔ اس سے مسیح حاضر ناظر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو پولوس بھی حاضر ناظر ہے۔ چنانچہ ۱۔ کرنتھی ۵/۳ میں وہ صاف کہتا ہے کہ "اگرچہ میں جسم کے اعتبار سے موجود نہ تھا۔ مگر رُوح کے اعتبار سے حاضر ہو کر گویا بحالت موجودگی ایسا کرنے والے پر یہ حکم دے چکا ہوں۔" اب بتاؤ۔ کیا مسیح مجسم ہو کر ہر ایک کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہرگز نہیں صرف رُوح کے وسیلہ سے۔ تو اب معلوم ہو کر رُوح کے وسیلہ سے پولوس بھی حاضر و ناظر ہے۔ پھر علاوہ اسکے پولوس دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ کیونکہ میں گو جسم کے اعتبار سے دور ہوں۔ مگر رُوح کے اعتبار سے تمہارے پاس ہوں۔ اور تمہاری باقاعدہ حالت اور تمہارے ایمان کی جو مسیح پر ہے مضبوطی دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ کلسیوں ۲/۵۔ اب بتاؤ۔ اس جگہ تو تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ پس اگر جسم کے ساتھ مسیح حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے خدا ہے تو پولوس بدرجہ اعلیٰ حاضر و ناظر بصیر و علیم ہے اور خدا ہے۔ اور اس طرح پر تثلیث بلکہ تربیع قبول کرو۔ پھر ۲۔ سلاطین ۵/۲۶ میں جس واقعہ کا ذکر ہے۔ وہاں سے ثابت ہے کہ الیشع نبی بھی حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے خدا ہے۔ پس بائبل کی رُو سے حاضر اور ناظر ہونے کی صفت عام ہے۔ جو صرف مسیح کی خصوصیت نہیں ؛

یوحنا ۱۷/۵ کی توضیح

پھر آپ نے جو یہ دلیل پیش کی کہ "اے باپ تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ

رکھتا تھا۔ بزرگی دے۔ یوحنا ۸/۵۸۔ اس سے ثابت ہے کہ مسیح خدا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ آیت مسیح کی ازلیت پر دال نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو کچھ پیدائش سے پیشتر ہے۔ اس کو ازلی یا خود ہست سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ مسیح یہاں دنیا کی پیدائش سے پیشتر کا ذکر کرتا ہے۔ نہ پیدائش مطلق کا۔ دوم انجیل خود مسیح کو پیدائش کے اندر یعنی مخلوق تسلیم کرتی ہے۔ لیکن چونکہ پہلے ہونا اور پیچھے ہونا ترتیب خلق لازمی ہے۔ اس لئے اسے انجیل خلقت کا شروع یا پلوٹھا بھی کہتی ہے۔ قلیسون ۱/۱۵

سوم یہ کہ اس طرح ایماندار بھی ازلی اور خدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس پر انجیل کا محاورہ موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "خدا نے ہم کو بنائے عالم کے پیشتر مسیح میں چن لیا" افسیون ۱/۴۔ دوسری جگہ لکھا ہے "خدا نے ہمیں پاک بلاہٹ سے بلایا نہ ہمارے کاموں کے سبب۔ بلکہ اپنے ارادے۔ اور اس نعمت سے جو یسوع مسیح کے واسطے ازل سے ہمیں دی گئی" ۲ تمط ۱/۹۔ آپ بتاویں کیونکر خدا نے ایمانداروں کو جو بنائے عالم کے بعد ہست ہوئے۔ بنائے عالم کے پیشتر چن لیا۔ اور یہ محاورہ عہد عتیق میں بھی موجود ہے۔ یرمیاہ کی نسبت خدا کا کلام یوں مرقوم ہے "پیشتر اس سے کہ میں نے تجھے پیٹ میں خلق کیا۔ میں تجھے جانتا تھا۔ اور رحم میں سے تیرے نکلنے کے پیشتر میں نے تجھے مخصوص کیا۔ اور قوموں کے لئے تجھے نبی ٹھہرایا۔ یرمیاہ ۱/۵۔

الفا و مگہ کس کے حق میں ہے

پس اگر یوحنا ۸/۵۸ کی رو سے مسیح خدا ہے تو افسی ۱/۴ اور ۲ تمطاوس ۱/۹ کی رو سے ایماندار اور یرمیاہ ۱/۵ کی رو سے یرمیاہ سب خدا ہوئے۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ مسیح اپنے آپ کو الفا و مگہ کہتا ہے مکاشفہ ۱/۸۔ اول تو یہ کلام مسیح کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا قادر مطلق کے واسطے ہے۔ دوم اگر تسلی نہ ہو تو دیکھ لو کہ مسیح کا کلام یہ ہے "مسیح نے کہا کہ میں اول اور آخر اور زندہ ہوں اور میں مؤا تھا۔ اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں۔ مکاشفہ ۱/۱۷، ۱۸ یہی مضمون مکاشفہ ۲/۸ میں ہے۔ اب ثابت کرو کہ خدا مر بھی جایا کرتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی وہ خدا کہلوا سکتا ہے۔ تو پھر عام انسانوں کے اور خدا کے درمیان مابہ الامتیاز کیا ہے۔ مفصل جواب دو۔

مسیح بے باپ ہونے سے خدا نہیں ہو سکتا

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اسکی پیدائش بے نظیر ہے۔ لہٰذا وہ خدا ہے غلط ہے۔ کئی جاندار بغیر ماں باپ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ تو وہ بھی کیا خدا ہوئے۔ ملک صدق شالیم جس کی نہ عمر کا شروع نہ آخر نہ اسکی ماں نہ اس کا باپ۔ نہ نسب نامہ۔ عبرانی ۷/۳ پھر کیا یہ بھی خدا ہوا؟

اور یہ جو آپ نے کہا کہ اس کا نام عمانوائیل تھا۔ غلط ہے۔ جیسا کہ متی کی انجیل کے ۱/۲۵ سے ظاہر ہے۔ اس کا نام اس کی ماں نے یسوع رکھا تھا۔ جو عبرانی میں یشوع ہے پس کس نے اس کا نام عمانوائیل رکھا۔ جواب دو ۞

”انسانی تاریخ میں کسی کو بے باپ پیدا ہونے کا دعویٰ نہیں“ آپ کی تاریخ دانی پر بٹہ لگ گیا۔ منگو خاندان کا مورث اعلیٰ تیمور کے مورث اعلیٰ کی نسبت بھی تواتر سے ثابت ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اول الذکر کی نسبت مشہور ہے کہ اسکی والدہ ماجدہ کو سورج دیوتا سے حمل ہو گیا تھا وغیرہ۔ لہٰذا آپ کا کہنا غلط۔ آپ تاریخ انسانی سے ناواقف ہیں ۞

مُردوں میں سے جی اٹھنا

اور یہ جو آپ نے کہا۔ ”مُردوں میں سے زندہ ہوا“۔ اس کا انجیل سے یا کسی مستند تاریخ سے بیرونی ثبوت پیش کرو۔ کہ کسی غیر عیسائی نے اسکی تائید کی ہو۔ اور شہادت ادا کی ہو کہ واقعی یسوع مُردوں میں سے زندہ ہوا تھا۔ ایسے بڑے مسئلے کو ایک عورت اور دو معمولی اشخاص کی شہادت پر تسلیم کر لینا عجیب بات ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا۔ قرآن شریف کی رُو سے وہ خدا ہے۔ زکی کا لفظ اس پر شاہد ہے۔ خلق کا لفظ ان کے لئے مستعمل ہوا وغیرہ۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ جمہور اہل اسلام کا مسلم عقیدہ ہے۔ خواہ وہ متاخرین کا گروہ ہو یا متقدمین کا شیعہ ہوں یا سُنی۔ کسی نے آج تک اس مسئلہ الوہیت مسیح کو قرآن کی رُو سے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ تمام اسکی تردید کرتے رہے ہے۔ زکی تو یحییٰ کے واسطے بھی آیا ہے وحنانا من لدنا و زکوٰۃ۔ خلق کے لفظ کے آگے باذن اللہ بھی پڑھو ۞

اب میں آپ کی تمام باتوں کا جواب دے چکا ہوں۔ اب میرے چند مطالبات آپ کے

سامنے ہیں :-

اوّل یہ کہ انجیل میں جسقدر توحید کے حق میں آیات میری طرف سے پیش کی جاتی ہیں چاہیئے کہ کم از کم ان سے نصف کی تعداد میں آپ تثلیث کے حق میں پیش کریں۔ متی ۱۰/۲۶،۲۹ و ۱۳/۳۴ و ۱۶/۲۵ - مرقس ۲۳/۲۳ و ۱/۴۴ و ۲۷/۴۶ و ۱۹/۱۶،۱۷ و ۲/۲۲،۳۰ و ۲۲/۵ یوحنا ۱۷/۳ و ۲/۱۴ و ۱ تمط ۲/۵ وغیرہ۔

دوم یہ کہ اگر آپ بائبل سے لفظ تثلیث۔ اقنوم۔ اقانیم کی یگانگت۔ خدا ئے باپ خدائے بیٹا خدائے روح القدس دکھادیں یا کم از کم لفظ تثلیث ہی دکھادیں تو میں اسی وقت آپ کو مبلغ یکصد روپیہ انعام دوں گا ؛

سوم۔ یہ کہ ہندو صاحبان کرشن جی مہاراج کو خدا کہتے ہیں۔ اور آپ لوگ مسیح کو خدا کہتے ہیں۔ آپ فرماویں کہ ہر دو میں مابہ الامتیاز کیا ہے کہ مسیح کو تو خدا تسلیم کریں۔ اور کرشن جی کو اس عہدہ سے محروم رکھا جاوے ؛

چہارم۔ یہ کہ ۱ کرنتھی ۸/۶ میں لکھا ہے۔ کوئی خدا نہیں مگر ایک یعنی باپ۔ یہی مضمون ۱۷/۳ میں باپ اکیلا سچا خدا ہے۔ پس کوئی خدا نہیں مگر باپ۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ مسیح باپ نہیں ہے۔ کلیسا کا مسلمہ قول۔ لہذا مسیح خدا نہیں ہے ؛

پنجم۔ یہ کہ بموجب عبرانی ۴/۱۵ کے مسیح تمام باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا۔ اور یعقوب ۱/۱۳ میں لکھا ہے کہ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ مگر متی ۴/۱ میں لکھا ہے۔ مسیح آزمایا گیا اور اب ظاہر ہے کہ جو آزمایا جاوے۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا مسیح خدا نہیں

ششم۔ یہ کہ جس طرح مسیح یوحنا ۸/۴۰ و متی ۱۹/۱۷ وغیرہ میں صاف الفاظ میں اپنی انسانیت کا اقبال کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی الوہیت کا بھی صاف طور سے اقرار کرے کیونکہ ممکن نہیں کہ ایسے بڑے مسئلہ کو اشارہ کنایہ میں اڑا دیا ہووے۔ پس آپ مطالبات کا ضرور جواب دیویں۔ میرا وقت ختم ہو گیا۔ اور دس دس منٹ شروع ہوئے

مسیحی مناظر کا جواب

منشی عبد الحق مسیحی اُٹھے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا آپ میرا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ آپ نہیں جانتے۔ کہ

کلام کیسی صفت ہے - اور رحم کیسی صفت ہے - رحم تو مظلوم پر کیا جاوے گا جب مظلوم نہ ہو رحم کس پر کیا جاوے گا ؛

سمعی طریق اچھا نہیں ہے - اور وہ عینی مشاہدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا - اور اسپر آپ نے کئی منٹ سمعی طریق اور عینی مشاہدہ کے مقابلہ میں ضائع کر دیئے اور پھر کہا - خدا کا کلام کیوں محدود مانتے ہو - کیوں اسپر تجزی اور ترکیب کو حاوی کہتے ہو - پھر کہا کہ جس طرح مسیح نے مردے زندہ کئے - کسی دوسرے نے نہیں کئے - کس نے کہا کہ لڑکی اٹھ وغیرہ - پھر کہا کہ مسیح کے معجزات اور دیگر انبیاء کے معجزات میں یہ فرق ہے کہ دیکھو موسیٰ تو خود اپنے معجزے سے یعنے سانپ سے ہی ڈر گئے - مگر مسیح نہیں ڈرے پھر کہا کہ یہ جو کیڑے مکوڑے کی مثال آپنے پیش کی ہے - درست نہیں - ان کے قانون تولید کو انسانی قانون توالد سے کیا علاقہ و نسبت وغیرہ - دس منٹ ختم ہوئے -

احمدی مناظر کا جواب الجواب

میںنے جواباً کہا کہ اگر رحم مظلوم پر کیا جاویگا - اور بغیر اسکے رحم کچھ نہیں - تو فرمایئے - جب کوئی سامنے ہی نہ ہو - پیدا ہی نہ ہوا ہو گا - کلام کس سے کیا جائیگا - یا یوں ہی ادھر اُدھر ٹہلتے ٹہلاتے خود بخود ہی چہ میگوئیاں کرتے یا رمالوں کی طرح خود بخود ہی زیر لب گنگناتے رہتے تھے - اور اگر سمعی طریق اچھا نہیں ہے تو پھر مسیح سے پہلے لوگوں کی نجات کیونکر ہو سکتی ہے - اور خدا کو کلام کوئی نہیں تسلیم کرتا - یہ آپ کی مغالطہ دہی ہے ہم کلام پر تجزی و ترکیب حاوی نہیں کرتے - کس نے کہا ہے کہ اسقدر صفت کلام میں سے نازل ہو چکا ہے - اور اسقدر باقی پڑا ہے - بلکہ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ کلام میں سے کچھ نہیں دیا گیا - نامعلوم کسقدر مگر ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق کامل و اکمل ہے - پھر میں نے آپ کو بتایا کہ بموجب ۲ سلا ۴ باب ۸ تا ۳۷ کے الیشع نبی نے اور ۱ سلا ۱۷ باب ۱۸ و ۲۴ کے ایلیاہ نبی نے مردے زندہ کئے - لیکن اگر آپ یہ کہدیں کہ اس لڑکی کو جسکو مسیح نے زندہ کیا تھا کسی نے زندہ نہیں کیا بجز مسیح کے تو اسکا میں کیا جواب دوں گا - اور اگر موسے سانپ سے ڈرے تھے - تو مسیح صلیب کو دیکھ کر -

حالانکہ تجسم اختیار کرنے کی علت غائی یہی تھی۔ باقی رہی مثال جانداروں کی جو آپ کو ستاتی ہے۔ تو معلوم ہو کہ مینے صرف یہ کہا تھا کہ جس طرح بغیر باپ کے پیدا ہونے کے اور جاندار خدا نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے مسیح خدا نہیں ہو سکتے۔ مگر آپ خواہ مخواہ الجھتے ہیں۔ اور مطالبات کا جواب ضرور دیویں

مسیحی مناظر کی حرکات مذبوحی

اسکے بعد پھر مسٹر عبدالحق صاحب اُٹھے۔ اور کہا ملک صدق کی نسبت معلوم ہو کہ مسیح اگر صلیب کو دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ تو کیا وہ معجزہ تھا۔ کفارہ معجزہ نہیں۔ اور مسیح کے سارے اختیار اپنے تھے۔ اور متی ۲۸/۱۱ کی رُو سے سب کچھ اسے سونپا گیا۔ اور آپ کو علم نہیں ہر کہ مسیح میں دو شخصیتیں نہیں تھیں۔ اور ایک جسم میں دو روحوں کا حلول نہیں ہوا تھا ظہور اور حلول میں فرق ہے۔ اور آپ کو خوب یاد رہے کہ باپ نے سارا اختیار بیٹے کو دیا ہوا ہے وغیرہ ؛

احمدی مناظر کی آخری ضرب

اسکے بعد میری باری آئی۔ مینے جواباً کہا کہ ملک صدق کی نسبت آپ کی تاویل صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہو کہ ملک صدق تو ابراہیم کو اسوقت ملا تھا۔ جبکہ اسرائیل ابھی پیدا نہیں ہوا تھا پھر یہودیوں میں اس کا شجرہ نسب کہاں سے ہوتا۔ اور کفارہ اور صلیب اگر معجزہ نہیں۔ تو پھر مسیحیت میں اور کوئی معجزہ ہی نہیں۔ صلیب کے لئے ہی تو تجسم اختیار کرنا پڑا تھا۔ اور مشنری صاحبان کفارہ کو تو اپنے مذہب کی خاص خصوصیت بتایا کرتے ہیں۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر سارے اختیارات مل گئے تھے تو زبدی کے بیٹوں کو کیوں محروم کیا گیا۔ متی ۲۰/۲۳۔ قیامت کی گھڑی کا بھی علم نہیں۔ متی ۲۴/۳۶ و مرقس ۱۳/۳۲ آپنے خود کہا کہ مسیح میں دو شخصیتیں تھیں۔ مسیح میں خدا تھا۔ اور یہ عقیدہ آپ کا از روئے کلیسیا کے مسلمہ عقیدہ کے کفر ہے۔ اور ظہور و حلول میں کیا فرق ہے۔ آپنے جواب نہیں دیا کہ دو ارواح ایک جسم میں کس طرح حلول کر سکتی ہیں۔ درانحالیکہ ایک ان میں کی لامحدود بھی ہو ؛

اور آپ مسیح کو خدا کہتے ہو وہ تو نیک ہونے سے بھی انکار کرتا ہے۔ متی ۱۷/۱۹۔
اور اختیارات کی نسبت کہتا ہے۔ کہ کام وہی کرتا ہوں جو باپ کو پسند ہیں۔ یوحنا ۲۹/۸
اور باپ کے نام سے کام کرتا ہوں۔ یوحنا ۲۵/۱۰ و یوحنا ۱۰/۱۴ - اور نیز کہتا ہے کہ میرا باپ
مجھ سے بڑا ہے۔ یوحنا ۲۸/۱۴ اسکی ضرور تفسیر کریں۔ اور عقیدہ تثلیث سمجھاویں۔ میرا
وقت ختم ہوا ٭

خاتمہ بحث منشی عبدالحق نے آخری وقت میں مطالبات کا جواب نہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ سب لوگوں نے علی الاعلان ہماری فتح کا اقرار کیا۔ اور سب نے تسلیم کیا کہ پادری صاحبان کو سخت شکست ہوئی۔ چنانچہ پادریوں پر ایسا رُعب طاری ہُوا کہ باوجود اس امر کے کہ بموجب شرائط کے اگلے دن ہم مدعی تھے تحریف بائبل کا مضمون قبول نہ کیا۔ اور مباحثہ سے گریز اور فرار کیا۔ اگلے دن ۱/۲ ۴ بجے ہم نے اپنا جلسہ کیا۔ اور میں نے علی الاعلان پادریوں کو للکارا کہ آؤ مقابلہ کرو۔ مسٹر ہوز آئے۔ اور خاموش بیٹھ کر چلے گئے۔ ان تمام امور کے صدہا چشم دید شاہد موجود ہیں ٭

بالآخر میں جماعت احمدیہ کپورتھلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہر طرح وسیع پیمانہ پر فراخ دلی سے انتظام جلسہ کیا۔ اور بالخصوص منشی ظفر احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ کپورتھلہ کا مشکور ہوں۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرانے مخلص اور کپورتھلہ کی جماعت احمدیہ میں بطور ایک روشن چراغ اور نعمت غیر مترقبہ کے ہیں۔ فقط

بندہ عبدالخالق نومسلم

ایڈیٹر۔ شیخ عبدالخالق صاحب کا پہلا مضمون نزول المسیح۔ جسمیں انہوں نے مسیح کا سن پیدائش از روئے بائبل بربنائے مسلمات مفسرین بائبل بتایا گیا ہے نئی طرز سے عیسائیوں پر اتمام حجت کرتا ہے۔ اور دوسرا مضمون تو ایک مباحثہ کی روداد ہے۔ فیصلہ احباب بصیرت خود کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ برادر موصوف کو جزائے خیر دے ٭

مسیح موعود کی صداقت پر

آیت لو تقول سے جو دلیل دی جاتی ہے

اس پر مخالف کی جرح کا جواب

احمدی جب آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل مسیح موعود کی صداقت پر پیش کرتے ہیں۔ تو اس پر غیر احمدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت رسول کریم کی صداقت کا معیار ہے۔ دوسرے نبیوں کے لئے نہیں۔ نیز اسکے مقابلے میں وہ دو آیات پیش کرتے ہیں۔ پہلی آیت تو یہ پیش کرتے ہیں۔ ذلک بانھم کانوا یکفرون بآیت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون اور دوسری یہ ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون۔

پہلا جواب ۔ یہ ہے کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل۔ تمام انبیاء کی صداقت کے لئے یہ معیار ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سیپارہ ۲۶ سورہ احقاف رکوع ۱ میں فرماتا ہے قل ما کنت بدعا من الرسل۔ کہ میں کوئی ایسے طریق پر نہیں آیا۔ کہ جس پر پہلے رسول نہ آئے ہوں۔ اور اسلئے تم میری صداقت کو نہ جان سکو۔ بلکہ میری صداقت کے بھی وہی نشان ہیں۔ جو پہلے انبیاء کی صداقت کے تھے۔ پس اگر تو لو تقول علینا بعض الاقاویل آیت رسول کریم کے لئے صداقت کا معیار ہے۔ تو باقی انبیاء کے لئے بھی ہوگا۔ ورنہ خدا تعالےٰ رسول کریم کو مخاطب کرکے نہ فرماتا۔ قل ما کنت بدعا من الرسل۔

دوسرا جواب ۔ یہ عجیب بات ہے کہ رسول کریم جو سید المرسلین و خاتم النبیین و افضل خلق اللہ ہیں۔ ان کے لئے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ خدا پر جھوٹ باندھیں۔ تو ہم شہ رگ کاٹ دیں۔ اور اگر کوئی اور نبی جو ان سے کم درجے کا خدا

پر جھوٹ باندھے۔ تو وہ اس حکم کے ماتحت نہ ہو۔ حالانکہ یہ خدا تعالیٰ نے ایک قانون باندھا ہے۔ کہ جو بھی مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ میں اسکی شہ رگ کاٹ دیتا ہوں۔ اور اپنے قانون کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبدیلا۔ کہ اللہ کے قانون کے لئے تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس یہ آیت انبیار کی صداقت کے لئے ایک بڑا بھاری معیار ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ آیت رسول کریم کی صداقت کی دلیل از روئے قواعد منطق نہیں بن سکتی۔ جب تک یہی دلیل دوسرے افراد نبوت پر حاوی نہ ہو۔ کیونکہ جب دوسرے انبیار کے لئے عدم قتل شرط صداقت نہیں تو نبی کریم کے لئے کیوں ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ دلیل گذشتہ انبیار کے لئے ہے نہ آنیوالوں کے لئے کیونکہ ...... قرآن کریم کا اثر قیامت تک ہے۔ اور قیامت تک اسکی ہر ایک آیت نے ویسا ہی فائدہ دینا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم کے وقت دیا۔ اس لئے خدا تعالےٰ لامحدود ہستی ہے اسی طرح اس کی کلام میں بھی لاانتہار موز مخفیہ اور حقائق و دقائق مستتر ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ آیت کریمہ آئندہ کے لئے بھی معیار صداقت انبیار نہ ہوتی۔ تو قرآن مجید میں موقوف ثابت ہوتا ہے۔

چوتھا جواب اس بات کا جو غیر احمدی آیت یقتلون النبیین بغیر الحق (کہ نبی پہلے قتل ہوتے رہے ہیں) پیش کر کے کہتے ہیں کہ سچے انبیاء تو قتل ہوتے رہے ہیں یہ ہے کہ یقتلون میں قتل کے کئی معانی لغت والوں نے لکھے ہیں۔ مثال کے طور پر میں چند عبارات لسان العرب کی تحریر کرتا ہوں۔

"قاتلهم الله انی یؤفکون ای لعنهم انی یصرفون۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور قتل الانسان ما اکفرہ معناہ لعن الانسان۔ قتل کے معنے لعنت کیا گیا ہے۔ انسان اپنے کفر کی وجہ سے۔"

تو یقتلون النبیین کے معنے اس لحاظ سے یہ ہونگے۔ کہ وہ نبیوں پر لعنت بھیجتے تھے اور ملعون قرار دیتے تھے۔ اسی طرح ففریقا کذبتم و فریقا یقتلون کے معنے ہوئے ایک فریق کو تم نے جھٹلایا۔ اور ایک فریق پر لعنت بھیجتے ہو پھر آگے چلکر لکھا ہے:۔

"قاتل اللہ فلانا معناہٗ عاداہ وجاء فی الحدیث قاتل اللہ الیہود معناہ عاداہم"

تو یقتلون النبیین کے معنے اس عبارت کے لحاظ سے یہ ہوئے کہ وہ انبیاء سے دشمنی کینہ اور بغض رکھتے تھے۔ اور ان کو تکالیف دیتے تھے۔ اور جس قدر اسباب قتل کے ہو سکتے ہیں۔ کر گذرتے تھے۔ لیکن خدا ان کو اپنے وعدہ کے ماتحت اپنے فضل سے بچاتا تھا۔

پھر قتل کے یہ معنے بھی لکھے ہیں:۔

"وجاء فی الحدیث من دعا الی امارۃ نفسہ او غیرہ من المسلمین فاقتلوا ای اجعلوہ کمن قتل ومات بان لاتقبلوا لہ قولًا ولا تقیموا لہ دعوۃ وکما جاء فی الحدیث اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الاخیر منہما ای ابطلوا دعوتہ واجعلوہ کمن قد مات"

یعنے جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو آخری کو قتل کر دو۔ قتل کے کیا معنے کہ اسکی دعوت کو باطل کر دو۔ اور اسکے قول کو قبول نہ کرو۔ اور اُسے ایسا بنا دو جس طرح کہ وہ مر گیا ہو تو یقتلون النبیین کے یہ معنے ہوئے کہ وہ انبیاء کے قول کو نہیں مانتے تھے۔ اور انکی دعوت کو باطل کرنا چاہتے تھے یہ ہیں یقتلون کے معنے بلحاظ لغت کے ان معنوں کے ماننے سے کسی قسم کا حرج واقع نہیں ہوتا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ سلسلہ کا اول نبی اور آخر نبی قتل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وہ سلسلہ ہی تباہ ہو جائے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ سلسلہ کے اوّل میں تھے اور حضرت عیسیٰ آخر میں۔ پس نہ حضرت عیسیٰ قتل ہو سکتے تھے۔ اور نہ حضرت موسیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر بھی لٹکایا گیا۔ لیکن خدا نے پھر بھی بچا لیا تو ان کا زندہ رہنا اور صلیب پر نہ مرنا ان کی صداقت کا ایک بڑا نشان تھا۔ اسی طرح رسول کریم سلسلہ محمدیہ کے اول میں اور حضرت مسیح موعود آخر میں ہیں۔ تو ان دونوں میں سے کسی کا قتل ہونا سلسلہ محمدیہ کے جھوٹا ہونے پر دال ہے۔ اس لئے آیت لو تقول دونوں کے لئے معیار صدق ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ فعل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ فعل وقوع میں آ بھی چکا ہے۔ تو

اسکے لئے دوبارہ اس فعل کا ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی کہے۔ کسرت الاناء اتنا فقرہ اثبات پر دال ہے کہ توڑنے کا فعل تو ہوا ہے۔ لیکن یہ کہ اس برتن نے اس فعل کا اثر قبول کیا ہے یا نہیں۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ تو اگر برتن ٹوٹ بھی گیا ہو تو پھر اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے اس طرح کہا جاتا ہے۔ کسرت الاناء فانکسرت کہ میں نے برتن کو توڑا بس وہ ٹوٹ گیا۔ اسی طرح یقتلون النبیین کے معنے ہیں وہ نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ لیکن یہ کہ وہ قتل ہو بھی جاتے تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں قتل کے معنے ارادۂ قتل کے آئے ہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ سپارہ ۲۴ سورہ مؤمن رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ أتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ الخ جب حضرت موسیٰ فرعون کے دربار میں گئے۔ اور فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا۔ تو ایک مؤمن آدمی نے جو کہ آل فرعون سے تھا۔ اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ کہا کہ کیا تم ایسے آدمی کے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب ایک اللہ ہی ہے۔ تو یقتلون النبیین کے یہ معنے ہونگے کہ وہ نبیوں کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو اب قرآنی محاورہ سے بھی قتل کے معنے موت کے سوا ارادۂ قتل ثابت ہو گئے۔

آٹھواں جواب یہ ہے۔ کہ بہر حال جس نبی کو یہ الہام ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے اسکے ساتھ یہ وعدہ کیا ہو کہ واللہ یعصمک من الناس تو اس کا قتل نہ ہونا اسکے لئے صداقت کا معیار ضرور ہے۔ اب جبکہ یہ حضرت صاحب کا بھی الہام ہے۔ واللہ یعصمک من الناس۔ تو پھر اس الہام کے ہوتے ہوئے اور اثبات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود اور نبی کر کے مبعوث کیا ہے۔ قتل نہ ہونا حضرت صاحب کی صداقت پر ایک بین دلیل ہے۔

نواں جواب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب شہادت القرآن صہ ۳۴ و ۳۵ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں۔ اوّل وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں۔ اور وہ پانچ ہیں نوح نبی اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ[1]۔ محمد رسول اللہ۔ دوسرا وہ طائفہ ہے۔ جو صاحب شریعت نہ تھے۔ ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے۔ اور ان کی قوم بسبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ مثل صالح[۴] اور ھود[۳] اور لوط[۴] اور شعیب علیہم السلام۔

تیسری وہ جماعت جو حکمت اور نبوت دئے گئے۔ لیکن اتباع تورات کے لئے مامور تھے اور وے وہ ہیں۔ جو موسیٰ کے بعد بھیجے گئے ".... نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ قسم اول و دوم کے رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا قتل شریعت اور رسالت میں رخنہ ڈالتا ہے۔ بخلاف طائفہ ثالثہ کے کہ ان کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا"

پس اس مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے بھی عدم قتل انبیاء یعنی لو تقول علینا بعض الاقاویل کو صداقت کا معیار قرار دیا ہے۔ اور اسی اصول کو لیکر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود جن کا کام ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله۔ ادیان باطلہ پر دین اسلام کو غالب کرنا ہے۔ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوئے اور ان کی قوم (تمام جہان) بسبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ اور بڑے بڑے عالمگیر عذاب[2] آئے۔ جو زندہ دلوں پر مخفی نہیں۔ اور اسوقت بھی مشاہدہ میں آرہے ہیں پس مذکورہ بالا اصول کے ماتحت حضرت مسیح موعود کا قتل نہ ہونا آپ کی صداقت پر ایک بین دلیل ہے۔

[1] مولوی صاحب! عیسیٰ کو صاحب شریعت نبی آپ ہرگز ثابت نہیں کرسکتے۔ اتینا داود زبورا کی بناء پر حضرت داؤد کو بھی صاحب شریعت گن لیتے۔ ہر صاحب کتاب صاحب شریعت نہیں ہوتا

[2] نئی وبا (جنگی بخار) کے عالمگیر اور عذاب ہونے کا اقرار تو اہل حدیث نے ہی کیا ہے۔ اسکی پیشگوئی دیکھو۔ ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۳۸ و ۳۳

دسواں جواب ملا یہ ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ ہر نبی کو ابلاغ رسالت تک ہوتا ہے۔ کہ کوئی نبی بھی قتل یا مر نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ ابلاغ رسالت نہ کرے۔ ابلاغ رسالت تک خدا تعالیٰ ہر ایک نبی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور دشمنوں سے بچاتا ہے۔ آگے ابلاغ رسالت کے بعد چاہے وہ قتل ہو جائے یا مر جائے۔ اسکی رسالت میں یہ امر شبہ نہیں ڈالتا۔ اسلئے کہ جس کام کے لئے وہ مبعوث ہوا تھا وہ پورا ہو چکا۔ اور اسنے جماعت قائم کر دی۔ لیکن جو جھوٹا نبی دعویٰ کرتا ہے وہ ہر بات میں ناکام اور نامراد رہتا ہے۔ اور اس کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظہر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم۔ یعنے خدا ہی عالم الغیب ہے۔ وہ کسی پر سوائے اپنے رسولوں کے اظہار علی الغیب نہیں کرتا۔ جب ان کو نبی اور رسول کا خطاب دیا جاتا ہے تو یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کا حکم صادر ہوتا ہے۔ چونکہ ابلاغ رسالت میں بڑے بڑے مشکلات پیش آتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ ہر طرف کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کے ارد گرد فرشتوں کا پہرہ رہتا ہے۔ اسوقت تک کہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کی رسالت کو دوسروں تک پہونچا دیا ہے۔ پس اس قرآنی آیت کریمہ کے اصول کے ماتحت کوئی نبی بھی ابلاغ رسالت تک قتل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے بعد جسکو خدا تعالیٰ مخصوص کرے وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کا ولھم علیّ ذنب فاخاف ان یقتلون فرمانا اور مقابل میں خدا تعالیٰ کا کلّا کے ساتھ جواب دینا اور حضرت عیسیٰ سے یٰعیسیٰ انّی متوفیک کا وعدہ ہونا اسبات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ دو تو تبلیغ رسالت کے بعد بھی قتل نہیں ہو سکتے۔ اور اسی طرح انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً کے ماتحت اور رسول کریم کے سب انبیاء پر افضل اور خاتم الرسل ہونے کی وجہ سے کسی وعدہ کی ضرورت نہ ہونا اور مسیح موعود کے لئے بھی وعدہ یٰعیسیٰ انی متوفیک اسبات کا ثبوت ہے کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ پس قتل نہ ہونا انکی صداقت پر ایک بڑی بین دلیل ہے۔ اور یہ جواب ایسا ہی،

قرآن مجید کی دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں

۱۔ قرآن مجید میں ایک سورۃ کا نام ہی سورہ دخان ہے۔ اسکی یہ آیات ملاحظہ ہوں
فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۔ یَّغْشَی النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ
اَلِیْمٌ ۔ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ
قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۔

ترجمہ۔ انتظار کر اس دن کی۔ کہ آسمان دخان مبین لائیگا۔ جو تمام لوگوں پر چھا جائیگا۔ یہ عذاب درد دینے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے عذاب ہٹا لیجئے ہم ایمان لانے والے ہیں۔ اور وہ کیا نصیحت پکڑینگے۔ جبکہ ان کے پاس رسول مبین آیا اور وہ روگردان ہو کر کہنے لگے کہ یہ تو سکھایا ہوا مجنون ہے۔

دخان کے متعلق جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے وہ میں چاہتا تھا کہ ابن جریر اور ترجمان القرآن نواب صدیق حسن صاحب سے سب ہی نقل کردوں۔ مگر گنجایش کم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دخان سے دو مرادیں لی گئی ہیں۔ قحط یا دھواں۔ اسی طرح بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ قحط تھا۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا اللھم سنی کسنی یوسف کے جواب میں مشرکین عرب پر نازل ہوا۔ بعض نے کہا کہ وہ قحط مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف مشرکین عرب پر آیا۔ اور آیت میں یغشی الناس (سب لوگوں پر چھا جائیگا) ہے۔ اس لئے قیامت کے قریب اس کا ظہور ہو گا۔ (دیکھو ترجمان القرآن) چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب والے ترجمہ کے حاشیہ پر یہ الفاظ ہیں۔

"قیامت میں یہ دھواں گھیرے گا۔ نیک آدمی کو زکام سا ہو گا۔ اور بد کو سر میں چڑھے گا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا"

بہرحال کچھ بھی ہو۔ ہمارا مقصد حاصل ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی دو نو طور پر اس زمانہ

میں پُوری ہوگئی - اور ابن قتیبہ دخان کے معنے خوب سمجھے - جن سے ترجمان القرآن ناقل ہے -

"اسمیں دو وجہیں ہیں - اول یہ کہ قحط کے سال میں بسبب ہونے بارش کے زمین کی خشکی نہایت درجہ کی ہوتی ہے - اور غبار کثیر بلند ہوتا ہے - اور ہوا تاریک ہوجاتی ہے - یہ دہوئیں کے مشابہ ہو جاتا ہے - دوسری وجہ یہ کہ عرب شر غالب کا نام دخان رکھتے ہیں "

یعنی مصائب کے وقت جہان تاریک نظر آتا ہے - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت اس پیشگوئی کا ابتدائی ظہور ہوا - مگر اس زمانہ میں جب اس پیشگوئی کے پورے انکشاف کا وقت آیا - تو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود پر دوبارہ[ل] یہ آیت نازل فرمائی - اور جیساکہ اس آیت میں وقد جاءہم رسول مبین سے خبر دی گئی تھی - کہ اس دخان سے پہلے ایک رسُول کا مبعوث ہونا ضروری ہے - جب وہ رسول نازل ہو چکا - تو دُخان کس طرح پر محیط عالم ہو گیا -

اوّل - تو اس طرح پر کہ تقریباً تمام سلطنتیں مبتلائے جنگ ہوئیں - اور میدان میں اسقدر فوجیں جمع ہوئیں کہ ابتدائے عالم سے اب تک نہ ہوئی تھیں اور اسقدر گولہ باری ہوئی کہ زمین پر چار سال تک زلزلہ رہا - اور جو سماء دُخان سے بھر گیا - کیا اس دخان مبین سے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے - اور کیا ہر متنفس کی زبان سے یہ بے اختیار نہیں نکل گیا کہ ھذا عذاب الیم اور کیا یغشی الناس کے الفاظ صادق نہ آئے -

دوم - پھر اس دخان کے نتیجہ میں وہ پُر اسرار مرض (وبائی نزلہ) پھیلا - جسے جنگی بخار کہتے ہیں - کیونکہ جنگ سے اس کا ایک قسم کا تعلق تہا - یہ بخار دنیا کے تمام حصوں میں پھیل گیا - اور سب مذاہب والے پکار اُٹھے - کہ ہٰذا عذاب الیم - دیکھو اہلحدیث ۲۵ - اکتوبر - اللہ اکبر ایکطرف جنگ کی بلا ہے جسکا اثر تمام دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مہلک ہو رہا ہے × × × تیسری طرف قحط بلائے عام کی طرح مسلط ہے (اسے نوٹ کریں) چوتھی طرف سے بیماری کا مہلک حملہ × × ایسے عام عذاب میں × × × اس بخار کی بابت ڈاکٹری اقراری ہیں کہ ہمیں اس کی

ل ۲۵ - جنوری ۱۹۰۶ء

حقیقت معلوم نہیں ہوئی × × × دراصل اس کی ابتدا جنگ سے ہوئی۔ جہاں فریقین کی طرف سے زہریلی آتشباری سے ہوا میں سمیت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ بذریعہ تموج کے سارے ملک بلکہ ساری دنیا میں پھیل گئی (یغشی الناس کا صحیح ترجمہ)

آگرہ اخبار۔ آجکل قیامت صغریٰ برپا ہے × × × جو حالت آج کل صبر آزما ہے۔ وہ اس سے پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی۔

آریہ گزٹ۔ ۲۴ر اکتوبر ؁ اب تو کوئی صوبہ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں اور کوئی جھونپڑی ایسی نہیں جو اس مہامری کی زد سے بچی ہو۔"

نورافشاں "تعجب ہے کہ یہ مرض کسی درجہ کے آدمی کو نہیں چھوڑتا۔"

مدینہ اخبار۔ خداوند عالم نے جب دیکھا کہ گرانی و قحط کی مصیبت طاعون و ہیضہ کی آفات اور جنگ کی بلاؤں سے انسان کو عبرت حاصل نہیں ہوئی × × × تو اس نے ایک نئی قسم کی بلا نازل کی۔ جس نے دنیا میں تباہی ڈال دی۔ جنگی بخار کیا چیز ہے؟ ایک عذاب ہے عذاب الٰہی۔ جس نے ہزاروں گھروں کے چراغوں کو گل کر دیا۔ جس نے بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دیں اور جس گھر میں گھسا صفایا کر دیا۔ (۹ر نومبر ۱۹۱۸ء؁)

چونکہ یہ پیشگوئی پورے ہونے کا وقت یہی تھا اس لئے اس زمانے کے رسول نے اپنی کتاب چشمہ معرفت کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۸ پر ۱۹۰۸ء؁ کو آج سے دس سال پہلے خبر دی۔

"خدا کا وعدہ ہے کہ ایک نئی وبا بھی جس سے اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں اس ملک میں پھیل جائیگی۔ اور انسان حیرت میں پڑنے والے ہیں کہ کیا ہونیوالا ہے۔"

اور اگلے مفسرین و محدثین نے بھی یہی لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک مرض زکام کے پھیلنے سے یہ پیشگوئی پوری ہو گی۔ جیسا کہ شاہ رفیع الدین والے ترجمہ کے حاشیہ سے دکھا چکا۔ اور حدیث الغاشیہ میں ہے کہ مومنین[1] کو زکام ہو گا۔ اور احوال آخرت پنجابی میں ہے۔ ع مومن بند دماغ آوازہ حالت جویں زکامی۔ یہ پیشگوئی کتب سابقہ میں بھی تھی۔ دیکھو بائبل پھر قرآنمجید میں۔ پھر حدیث صحیح جسکی بناء پر مفسرین و محدثین

[1] اس سے ظاہر ہے کہ اس مرض سے مومنین بھی مبتلا ہونیوالے تھے۔

بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے آئے۔ اور پھر جب وقت آیا تو مسیح موعود پر کلام الٰہی نازل ہوا کہ دخان مبین آتا ہے۔

سوم۔ دُخان کے معنے قحط کے ہو سکتے ہیں۔ سو قحط بھی وہ پڑا۔ کہ خدایا تیری پناہ غریبوں کا تو کیا ذکر۔ بڑے بڑے امیروں اور بادشاہوں۔ شہنشاہوں تک اس کا اثر پہنچا اور وہ اپنی خوراک پوشاک و دیگر ضروریات میں حد درجہ کی کفایت پر مجبور ہو گئے۔

ابھی تازہ نور افشاں میں یہ خبر چھپی ہے:۔

"دار السلطنت رُوس میں فی انڈا ڈیڑھ روپیہ اور مکھن فی سیر ساٹھ روپے فروخت ہو رہا ہے"

پھر مسافر آگرہ یکم نومبر میں یہ الفاظ چھپے ہیں:۔

"بوڑھے بوڑھے آدمی کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی بڑے قحط میں بھی ہر اناج کی اتنی بے حد گرانی نہیں دیکھی۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ کپڑا۔ رُوئی۔ تیل۔ غرضیکہ زندگی کی دیگر تمام ضروریات ہی سخت گراں ہیں"

کیا دنیا میں کوئی ایسا گھرانہ ہے۔ جو یہ دعویٰ کر سکے کہ یہ قحط عالمگیر نہیں نہ صرف اشیاء خوردنی بلکہ انسانی ضروریات کی ہر چیز گراں ہو گئی۔ اور اس کی قیمت دس دس گنا ہو گئی۔ اس پہلو سے بھی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

چہارم۔ جیسا کہ ابن قتیبہ نے کہا۔ دُخان سے مُراد مصائب ہیں۔ سو آپ تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کی ایک فہرست بنالیں اور بتائیں کہ کونسی مُصیبت نازل نہیں ہو چکی۔ بلکہ ایسی ایسی مصیبتیں آئیں کہ ہم ان سے پہلے واقف نہ تھے۔

دوسری پیشگوئی

پھر آپ قرآن مجید کی سُورۃ قارعہ پڑھیں۔ جو یوں ہے:۔

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا

مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ وہ جو قیامت برپا کرنے والی آفت یا وہ جیش عظیم۔ کیا ہے وہ جیش عظیم۔ اور تم کیا سمجھے اس قارعہ کو۔ اس روز لوگ پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی مانند ہو جائینگے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی مانند۔ پس جس کا **وزن بھاری** ہوگا۔ وہ کامیابی کی پسندیدہ زندگی پائے گا۔ اور جس کا وزن کم ہوگا۔ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ اور تم کیا سمجھے ہاویہ کیا چیز ہے۔ شعلہ زن آگ۔

کیا موجودہ جنگ جو سوا چار سال رہی۔ اس کے مناظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے کیا کسی زیادہ تفسیر کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔ دُنیا میں ایک قیامت برپا کی گئی بڑے خود مختار بادشاہ (مثل زار روس۔ زار بلغاریہ۔ قیصر جرمن) تختوں سے اُتارے گئے۔ اور وہ انقلاب عظیم آیا کہ الٰہی توبہ۔ اور وہ جیش عظیم یعنے لشکر کثیر جمع ہوا کہ الامان! ٹڈی دل کی مانند فوجوں پر فوجیں جمع ہوئیں۔ اور مشرق سے مغرب تک آدمیوں کی بھرتی کا تانتا لگ گیا۔ بڑے بڑے پہاڑ گولہ باری سے دھنکی ہوئی روئی کی مانند بنا دئے گئے۔ بڑے بڑے بادشاہ اور رؤساء فقیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ روئی کے گالوں کی مانند ایسے نرم ہوئے کہ پاؤں کے نیچے ان کا مسلا جانا آسان ہے۔ اب اس گھمسان کے رن اور قیامت خیز طوفان جنگ کے نتیجہ کی نسبت سوال ہو سکتا تھا کہ کون سا فریق کامیاب ہوگا۔ تو فرمایا۔ جس کا **وزن بھاری**۔ تمام سامان جنگ وزن نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ایک جہاز ہیں۔ جن کا وزن بتایا جاتا ہے۔ کہ فلاں جہاز اتنے ٹن کا ہے۔ سو اس میں یہ اشارہ فرما دیا کہ جس فریق کی بحری قوت سب سے بڑھ کر ہوگی وہی کامیاب ہوگی۔ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ بحری تفوق ہماری برٹش گورنمنٹ کو حاصل ہے پس فتح بھی اسی کو حاصل ہونیوالی تھی۔ بخلاف اسکے جرمن کی نسبت **نارٌ حامیہ** بتایا۔ کہ وہ آتش باری کی نذر ہوگی۔ یہ آیت کا بطن ہی جو ثبوت ہے اسبات کا کہ قیامت کے دن اس کا ظہر بھی پورا ہوگا۔ غرض قرآن مجید کی یہ پیشگوئی بھی جس شان سے پوری ہوئی۔ اُس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

تصحیح۔ مضمون نزول المسیح میں صفحہ ۵ پر ۵۰۴ کی بجائے ۱۴۶۰ اور بجائے ۱۸۷۲ کے ۱۷۸۲ ابابیل (ایڈیٹر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

Digitized by Khilafat Library

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں کلیجہ کی کمزوری۔ کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلا دیں۔ بچے سے ضعیف تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے۔ پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجئے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ محصولڈاک ۴/۔ تین شیشی کی قیمت ۳/۔ محصولڈاک ۱۰/

قوّت کی گولیاں

۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکنیا۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنتی ہیں۔ اس لئے مغز ریڑھ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت۔ جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت۔ مزاج میں گرمی معلوم ہوتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ ۱/ محصولڈاک ایسی چار شیشی تک ۵/

دیکھئے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۳۰ گولیاں منگوائیں۔ اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں۔ تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہیئے تھی ٭

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۹۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ